غلامی

اسلام کا انسانیت پر بدترین ظلم

The world's first Buddhist ruler, Emperor Ashoka, who ruled India form 274-232 BCE, was the first ruler in human history to ban slavery, the death penalty, animal cruelty, and deforestation. He even advocated gender equality in education and religious institutions.

انسانیت کے علمبرداروں نے فقط انسانیت کے نام پر غلامی کے بازاروں کا خاتمہ کر ڈالا تھا

اسلام عذر خواہ بہانہ بناتے ہیں کہ خدا نے غلامی کو اس لئے ختم نہیں کیا کیونکہ اُس زمانے میں یہ ممکن نہیں تھا۔ تو ان عذر خواہوں کو انسانیت کے نام لیوا عظیم سپوتوں کو دیکھنا چاہیے جنہوں نے کسی خدا کے نام پر نہیں، بلکہ فقط انسانیت کے نام پر غلامی کا خاتمہ کر ڈالا:

• اسلام کی آمد سے ایک ہزار سال قبل ہی (جب معاشرہ زیادہ تاریکی میں ڈوبا تھا) مہاتما بدھ نے مذہب کے نام پر نہیں، بلکہ فقط "انسانیت" کے نام پر غلاموں کا دکھ محسوس کرتے ہوئے غلامی کے خلاف تعلیمات دیں اور جب انکے پیروکار اشوکا کو حکومت ملی تو اس نے غلامی کے نظام کا تقریباً خاتمہ کرتے ہوئے غلاموں کی تجارت اور انکے بازاروں پر پابندی لگا دی۔ اشوکا کے بعد بھی اصلاحات کا

عمل جاری رہااور بعد میں آنے والی بدھ حکومتوں نے صرف اپنی عقل اور انسانیت کے جذبے کے تحت غلامی کے نظام کو مضارعت (مزدوری Serfdom) کے نظام میں تبدیل کرڈالا اور یوں غلاموں کو وہ تمام وہ حقوق دے دیے جو کہ ایک آزاد شخص کو حاصل ہوتے ہیں۔
مگر پھر 900 سال بعد مسلمان ہندوستان پر قابض ہوئے اور انہوں نے پھر سے ہندوستان میں غلامی کے بازاروں کو جاری کر دیا (لنک)۔
یاد رہے کہ مہاتما بدھا خود ملحد/اگناسٹک تھے اور کسی خالق ہستی کو نہیں مانتے تھے اور نہ ہی یہ مانتے تھے کہ کسی خالق نے کوئی دین/مذہب فرشتوں یا اوتاروں/نبیوں کے ذریعے انسانوں تک بھیجا ہے، بلکہ ان کا کہنا تھا کہ انسانوں کو خود اپنی عقل سے "غیر مذہبی نظام" تشکیل دینا ہے۔ چنانچہ بدھا نے کبھی اپنی تعلیمات کو کسی خدا سے منسوب نہیں کیا، بلکہ یہ کہا کہ انسانی عقل سے انتہائی غور و فکر کے بعد وہ یہ تعلیمات دے رہے ہیں۔
• پھر قبل مسیح کے زمانے میں ہی چین میں قن اور خن نامی دو خاندان گذرے۔ اور انہوں نے بھی کسی الہامی مذہب کے نام پر نہیں، بلکہ فقط "انسانیت" کے نام پر غلامی کا خاتمہ کیا (لنک)۔
• ایران کے بادشاہ سائرس اعظم (کوروش اعظم) کا زمانہ تو مہاتما بدھا سے بھی قبل کا ہے۔ مگر اس نے بھی فقط انسانیت کے نام پر ہی غلامی کے خاتمے کے لیے بے تحاشہ کام کیا (لنک)۔ حتیٰ کہ یہودیوں نے اپنی کتابوں میں خود ایران کے اس بادشاہ کی غلامی اور انسانیت کے حوالے سے بھرپور تعریفیں کرتے ہوئے لکھا:

> Cyrus was praised in the Tanakh (Isaiah 45:1–6 and Ezra 1:1–11) for the **freeing of slaves, humanitarian equality** and costly reparations he made.
> Reference: https://en.wikipedia.org/wiki/Cyrus_the_Great

اسلام دور دور تک غلاموں کے حقوق کے حوالے سے ان انسانیت کے نام لیواؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ انسانیت کا نام لیوا بدھا تو بہت عظیم تھا، اسلام تو غلاموں کے حقوق کے حوالے سے اپنے سے قدیم اہل کتاب مذاہب یہود و نصاریٰ تک کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (تفصیلات اس آرٹیکل میں آگے ملاحظہ فرمائیے گا جہاں اسلام کھل کر قیدی عورتوں کا باندی کے نام پر ریپ حلال کرتا ہے اور پھر عارضی جنسی تعلق کے بعد دل بھر جانے پر آگے نئے مالک کو ریپ کے لے بکوا دیتا ہے، جبکہ یہود و نصاری باندی عورت سے باقاعدہ شادی کرواتے ہیں جس کے بعد اس کی حیثیت بیوی کی ہوتی ہے جسے آگے نہیں بیچا جا سکتا)۔
پھر بیسویں صدی میں امریکہ اور یورپ میں انسانی شعور مذہب کی زنجیریں توڑ کر بہت حد تک آزاد ہو چکا تھا اور کلیسا کی جابرانہ طاقت ختم ہو چکی تھی۔ چنانچہ امریکہ اور یورپ مذہب کی قید سے آزاد ہونے کے بعد اس قابل ہو سکے کہ انسانی عقل کی مدد سے کسی بھی طرح کے خدا سے پاک ایک مکمل "غیر مذہبی" نظام تشکیل دے سکیں جس میں وہ ایک بار پھر "انسانیت" کے نام پر پوری دنیا سے غلامی کا مکمل خاتمہ کر سکیں۔
• ماڈرن "غیر مذہبی" دنیا میں سب سے پہلے قانونی طور پر غلامی برطانیہ اور فرانس میں ختم ہوئی۔ ان ممالک میں 1833 میں مردوں اور عورتوں کی خرید و فروخت پر پابندی لگا دی گئی۔
• انڈیا میں 1843 میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک آرڈیننس کے ذریعے غلامی پر مکمل پابندی عائد ہو گئی۔

•امریکہ نے 1865 میں اس پر سینٹ سے منظوری کے بعد پابندی عائد کر دی۔

•لیگ آف نیشنز جو جنگ عظیم سے قبل اقوام متحدہ کی جگہ کام کر رہی تھی اس نے ایک کنونشن کے تحت 1926 میں مردوں اور عورتوں کی خرید و فروخت پر مکمل پابندی کا قانون منظور کیا۔

•سعودی عرب اور یمن اسلامی شریعت کے تحت اس قبیح فعل کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ لیکن قاہرہ میں 1950 کے انسانی حقوق کنونشن کے بعد ان پر دباو بڑھا اس کے علاوہ حکومت برطانیہ کا بھی پریشر تھا۔ لہذا 1962 میں سعودی عربیہ اور یمن سے غلامی کا خاتمہ ہو گیا۔

•دنیا میں سب سے آخر میں غلامی سے چھٹکارا پانے والا افریقہ کا مسلم ملک موریطانیہ ہے جہاں 2007 میں غلامی سے انسانوں کو مکمل نجات حاصل ہوئی۔

یہ مسلمان ممالک غلامی کے خاتمے کے اس قدر خلاف اس لیے تھے کیونکہ ان کے نزدیک شریعت نے غلامی کو "حلال اللہ" قرار دیا ہے، اور شریعت بنانے کا حق صرف اللہ کو ہے، اور اس لیے شریعت کے احکامات قیامت تک تبدیل نہیں ہو سکتے۔ سعودی مفتیوں کا فتویٰ ہے کہ غلامی پر پابندی صرف عارضی ہے اور اُس وقت تک ہے جب تک اسلامی ریاستیں کمزور ہیں۔ جیسے ہی اسلامی ریاست مضبوط ہوتی ہے، اس پر فرض ہو گا کہ وہ غیر مسلموں پر جہاد جاری کرے۔ اور جہاد کے نتیجے میں دشمن کی جتنی عورتیں اور بچے قیدی بنائے جائیں گے، وہ غلام بن جائیں گے۔ چنانچہ جہاد جاری ہوتے ہی ایک مرتبہ پھر سے غلامی کا ادارہ متحرک ہو جائے گا۔

آج اس صدی کے انسانیت کے عالمی شعور نے غلامی کا مکمل خاتمہ کر کے مذہب کو مکمل "شہہ مات" دے دی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ انسانی عقل و شعور اسکی رہنمائی کسی بھی ہزاروں سال پرانے الہامی مذہب سے کہیں بہتر کر سکتے ہیں۔

سکور کارڈ

انسانیت کے علمبردار 1 : مذہب 0

اسلام میں کنیز باندی سے سیکس بالجبر

•اسلام میں کنیز باندی سے سیکس بالجبر کر کے جب مالک کا دل بھر جاتا تھا، تو وہ کنیز باندی کو اپنے کسی بھائی کے حوالے کر دیتا تھا تا کہ وہ اپنی شہوت پوری کرے۔ اور جب ایک ایک کر کے ان بھائیوں کا بھی دل بھر جاتا تھا تو وہ پھر کنیز باندی کو آگے دوسرے آقا کو بیچ دیتے تھے جو پھر سیکس بالجبر کرتا تھا۔ اور جب اسکا اور اسکے بھائیوں کا دل بھر جاتا تھا تو وہ آگے تیسرے آقا کو سیکس بالجبر کے لیے بیچ دیتا تھا اور یوں یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔

صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل (لنک)، اور صحیح بخاری، کتاب القدر (لنک) اور صحیح بخاری، کتاب التوحید (لنک) :

صحابی ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ جنگ کے بعد چند خوبصورت عرب عورتیں انکے قبضے میں آئیں **اور صحابہ کو انکی طلب ہوئی کیونکہ وہ اپنی بیویوں سے دور تھے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ میں صحابہ چاہتے تھے کہ وہ ان کنیز عورتوں کو بیچ کر انکی اچھی قیمت بھی حاصل کریں۔** چنانچہ صحابہ نے عزل سے کام لیا [یعنی سیکس کرتے وقت اپنے عضو تناسل باہر نکال کر منی گرائی تاکہ وہ عورتیں حاملہ نہ ہو سکتیں اور انکو اگلے مالک کو بیچنے پر اچھی قیمت مل سکے]۔ پھر انہوں نے اللہ کے رسول سے اسکے متعلق پوچھا تو رسول اللہ نے فرمایا (ہاں، عزل کی اجازت ہے، لیکن جہاں تک بچہ پیدا ہونے کا تعلق ہے تو) تم چاہو یا نہ چاہو مگر اگر کسی روح کو پیدا ہونا ہے تو وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

اسلام عذر خواہ غلامی کے حقوق کے نام پر ڈینگ مارتے ہیں کہ اگر مالک نے اپنی کنیز کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا ہے تو وہ مالک اس کنیز سے سیکس نہیں کر سکتا۔ مگر یہ عذر خواہ یہ حقیقت نہیں بتلاتے کہ مالک کی مرضی ہے کہ وہ کسی بھی وقت اپنی کنیز باندی کا نکاح توڑ کر نئے مالک کو سیکس بالجبر کے لیے بیچ دے۔

صحابی عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب لونڈی کو بیچ دیا جائے جبکہ اسکا خاوند بھی ہو تو اسکا نیا آقا اس کے بضعہ (وطی کا محل) کا زیادہ حقدار ہے (یعنی اسے حق ہے کہ خاوند کی بجائے وہ کنیز سے سیکس بالجبر کرے)۔ [تفسیر طبری، روایت 7139 لنک]

صحابی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ لونڈی کی طلاق کی چھ صورتیں ہیں (مالک کا) اسکو بیچنا اسکی طلاق ہے، اسکو آزاد کرنا اسکی طلاق ہے، (مالک کا) اسکو ہبہ کرنا (یعنی تحفے میں دینا) اسکی طلاق ہے، اسکی برات اسکی طلاق ہے، اسکے خاوند کی طلاق اسکو طلاق ہے۔ [تفسیر طبری روایت 7135]

امام ابن حزم اپنی کتاب المحلیٰ میں لکھتے ہیں (لنک):

مسألة: من أحل فرج أمته لغيره؟

نا حمام نا ابن مفرج نا ابن الأعرابي نا الدبري نا عبد الرزاق عن ابن جريج قال: أخبرني عمرو بن دينار أنه سمع طاوسا يقول: قال ابن عباس: إذا أحلت امرأة الرجل, أو ابنته, أو أخته له جاريتها فليصبها وهي لها, فليجعل به بين وركيها

ترجمہ:

مسئلہ 2222: اس کے متعلق جس نے اپنی کنیز باندی کی شرمگاہ دوسرے شخص پر حلال کر دی ہو؟

۔۔۔ صحابی ابن عباس کہتے ہیں: اگر ایک عورت اپنی کنیز کو مرد یا بیٹی یا بہن کے لیے حلال کرتی ہے، تو پھر اس (مرد) کو اس کنیز سے جماع (سیکس) کرنے دو مگر وہ کنیز اس عورت کی ملکیت میں رہے گی، مگر مرد کو کنیز کی رانوں کے درمیان جلدی جلدی جماع کرنے دو۔

یہود و نصاریٰ میں کنیز باندی کے ساتھ سلوک اسلام کی بہ نسبت ہزار گنا بہتر تھا

یہودی و نصاریٰ میں بھی غلامی کی لعنت موجود تھی اور وہ بھی کنیز باندیوں سے زبردستی سیکس بالجبر کرتے تھے۔ مگر اس لحاظ سے وہ اسلام سے ہزار گنا بہتر تھے کہ ایک مرتبہ سیکس بالجبر کرنے کے بعد وہ کنیز کو آگے کسی دوسرے آقا کو سیکس بالجبر کے لیے نہیں بیچ سکتے تھے، بلکہ اس کنیز کی حیثیت انکی دائمی بیوی کی طرح ہو جاتی تھی جسے وہ آزاد تو کر سکتے تھے مگر آگے نہیں بیچ سکتے تھے۔ اسلام نے یہ بیہودگی عرب کے کفار کلچر سے لی۔

دیکھئے بائیبل جہاں کنیز عورت کے متعلق احکامات بیان ہو رہے ہیں:

> استثنا، باب 21 (لنک):
> جب تُو اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کو نکلے اور خداوند اُن دشمنوں کو تیرے ہاتھ میں کر دے اور تُو اُنکو اسیر کر لائے۔ اور اُن اسیروں میں سے کسی خوبصورت عورت کو دیکھ کر تُو اُس پر فریفتہ ہو جائے تو تو اُسکو بیاہ لے۔ اور اُسے اپنے گھر لے آنا اور وہ اپنا سر منڈوائے اور اپنے ناخن ترشوائے۔ اور اپنی اسیری کا لباس اُتار کر تیرے گھر میں رہے **اور ایک مہینہ تک اپنے ماں باپ کے لیے ماتم کرے۔** اِسکے بعد تُو اُسکے پاس جا کر اُسکا شوہر ہونا اور وہ تیری بیوی بنے۔ اور اگر وہ تجھ کو نہ بھائے تو جہاں وہ چاہے اُسکو جانے دینا **لیکن روپے کی خاطر اُسکو ہرگز نہ بیچنا اور اُس سے لونڈی کا سا سلوک نہ کرنا اِس لیے کہ تُو نے اُسکی حرمت لے لی ہے۔**

مذہبی اخلاقیات کا "الٹا سفر"

(خراب سے بدترین کی جانب)

اہل کتاب (یہود و نصاریٰ)	اسلام
● اہل کتاب یہود و نصاری بھی کنیز باندی کو اسکی مرضی کے خلاف شادی کرنے پر مجبور کرتے ہیں (یہ 100٪ ریپ ہے)۔ ● لیکن جس کنیز باندی پر دل آئے، اور سیکس کی خواہش پیدا ہو، **تو پہلے اس سے بیاہ کرنا پڑتا ہے۔**	● کنیز باندی سے شادی کی کوئی شرط نہیں، بلکہ مالک بغیر شادی اور بغیر کنیز کی مرضی کے اسکو ریپ کرے گا۔ چاہے یہ جنگ میں اسیر ہو کر آئے یا پھر بازار میں خریدی جائے۔
● پھر گھر لا کر اسے پورے 1 مہینے کی مہلت دینی ہے کہ	● اسلام نے بے چاری بچیوں کو رونے اور غم منانے کا سرے سے کوئی وقت نہیں دیتا۔ جنگ کے

اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے قتل اور جدائی کا غم منائے اور اس دوران گھر کے ماحول سے بھی کچھ آشنا ہو جائے اور خود کو بالکل اجنبی محسوس نہ کرے۔ ایک دفعہ جب وہ غم سے سنبھل جائے تب ہی اس کا شوہر بنا جائے	بعد جیسے ہی وہ مسلمانوں میں تقسیم ہوں گی، ویسے ہی مسلمان انکے جسموں سے ہر قسم کے جسمانی مزے (بوس و کنار کرنا، انہیں مشت زنی پر مجبور کرنا وغیرہ) لے سکتے ہیں۔ لیکن sexual penetration کے لیے حیض ختم ہونے کا انتظار کرنا ہو گا۔ ● صفیہ کے شوہر کو مسلمانوں نے جنگ میں قتل کیا۔ مگر پیغمبر اسلام نے جنگ سے واپسی میں راستے میں ہی انکے ساتھ سیکس شروع کر دیا کیونکہ انکا حیض کا خون آنا ختم ہو گیا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی)
● ایک دفعہ بیوی بن جانے کے بعد وہ اس کنیز باندی کو آگے اپنے کسی بھائی کو ہبہ (تحفہ) نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی اسے آگے کسی نئے آقا کو بیچ سکتے تھے۔ **● اور نہ ہی اسکا نکاح اپنے کسی اور غلام سے کر سکتے تھے۔** **واحد صورت یہ تھی کہ وہ اسے آزاد کر دیں۔**	**● اسلام میں جب مالک کا سیکس کر کر کے کنیز باندی سے دل بھر جاتا تھا، تو وہ اسے اپنے کسی بھائی کو سیکس بالجبر کے لیے ہبہ (تحفہ) کر سکتا تھا۔ اور جب ایک ایک کر کے تمام بھائی اپنی جنسی ہوس مٹا لیں، تو پھر اس کنیز باندی کو دوسرے نئے مالک کو بیچ دیا جاتا تھا، اور وہ ہوس پوری ہونے پر آگے تیسرے مالک کو، اور پھر سیکس بالجبر کا یہ سلسلہ پھریوں ہی چلتا رہتا تھا۔** ● اگر وہ "ام الولد" بھی ہو جاتی تھی (یعنی مالک کے بچے کی ماں بھی بن جاتی تھی) تب بھی مالک اسے آگے بیچ سکتا تھا، یا پھر اسے اپنے کسی اور غلام یا کسی بھی اور شخص کے نکاح میں دے سکتا تھا۔ ● مالک کو یہ اختیار بھی تھا کہ وہ اس سے بطور کنیز باندی کے کام لیتا رہے، یا پھر اسکی بطور باندی خدمات کسی اور کو بیچ دے۔

نوٹ:

یہودی بذاتِ خود مدینہ میں موجود تھے اور عیسائی بھی آس پاس کے علاقوں میں موجود تھے اور ان سے رابطہ تھا۔ مگر اسکے باوجود محمد/اللہ اسقدر توفیق بھی نہ دکھا سکے کہ کنیز عورت کو اتنی ہی عزت دے دیتے جتنی کہ یہود و نصاریٰ دے رہے تھے۔

وہ مقام جہاں محمد صاحب نے موسوی شریعت کو چھوڑ کر جاہل عرب معاشرے کے قوانین کو شریعتِ اسلامیہ کا حصہ بنایا

چونکہ محمد صاحب نے مذہب کا جو ڈرامہ کیا تھا، اس کے مطابق وہ یہود و نصاری والے خدا کے ہی نئے نبی تھے، اور چونکہ مدینے میں بنیادی طور پر صرف یہود ہی بستے تھے اس لیے محمد صاحب نے نصاری کے نئے اصلاح شدہ قوانین کو چھوڑ کر یہودی شریعت کو ہی اسلامی شریعت کے نام پر جاری کرنا شروع کر دیا۔ مثلاً ختنہ، سنگسار، عورت کی گواہی، سور پر پابندی، عورت کا سر ڈھانپنا، داڑھی، حیض والی عورت کی روح تک کو ناپاک سمجھنا، وغیرہ وغیرہ۔

مگر جہاں محمد صاحب کو جنسی ہوس اور معاشی طور پر فائدہ زمانہ جاہلیت کے عربوں کے قوانین میں نظر آیا، تو وہاں محمد صاحب نے موسوی شریعت کو چھوڑ کر جاہل عربوں کے قوانین کی پیروی کی اور اسے شریعتِ اسلامیہ کا حصہ بنایا۔

مثلاً یہود و نصاری کے مطابق (عہد نامہ قدیم، استثنا، باب 21) میں درج ہے کہ جب جنگ میں قیدی عورتیں تمہارے ہاتھ لگیں، تو تم ان کا ریپ نہیں کر سکتے، بلکہ تمہیں باقاعدہ ان سے شادی کرنا پڑے گی، اور پہلے انہیں ایک مہینے کا وقت دینا پڑے گا کہ وہ جنگ میں اپنے پیاروں کے قتل ہونے اور گھر چھوٹنے کا غم منا سکیں۔ اور ایک مرتبہ شادی کرنے کے بعد ان قیدی عورتوں کو آگے بطور باندیاں نہیں بیچا جا سکتا ہے بلکہ ان کی حیثیت بیوی جیسی ہو جاتی ہے۔

مگر پیغمبر اسلام کے احکامات کے مطابق مسلمان مجاہدین قیدی عورتوں کو باندی بنا کر اسی رات ان سے جنسی مزے شروع کر دیتے تھے۔ اگر قیدی چھوٹی بچی یا نوعمر کنواری ہوتی تھی، تو اسی رات اس میں دخول penetration تک کر کے انکا ریپ کرتے تھے۔ لیکن اگر قیدی عورت شوہر دار ہوتی تھی، تو دخول کی اجازت نہ تھی، مگر اس کے علاوہ وہ قیدی عورتوں کو پہلی رات ہی ننگا کر کے ان کے پورے جسم سے بقیہ ہر قسم کے جنسی مزے حاصل کر سکتے تھے، اور انہیں مشت زنی کے لیے مجبور کر سکتے تھے اور ان کی رانوں میں اپنا عضو تناسل رگڑ کر منی نکال سکتے تھے۔

صرف یہ ہی نہیں، بلکہ محمد صاحب نے مسلمان مجاہدین کو اجازت دی کہ جب باندیوں کا ریپ کر کے ان کا دل ان سے بھر جائے، تو وہ متعہ کی طرح کے اس عارضی جنسی تعلق کے بعد اس باندی کو بازار میں دوسرے مالک کو ریپ کرنے کے لیے بیچ دیں، اور خود نئی باندی خرید کر اس کے ریپ شروع کر دیں اور اسے اپنی جنسی ہوس کا نشانہ بنائیں۔

محمد نے قیدی عورتوں سے یہ فائدہ اٹھانے کی یہ شریعت زمانہ جاہلیت کے عرب تمدن سے لی کیونکہ اس میں معاشی طور پر زیادہ فائدہ تھا، اور ساتھ میں جنسی ہوس کا کھیل کھیلنے کا پورا موقع تھا۔

چنانچہ یہاں محمد صاحب نے شریعتِ موسوی کو چھوڑ دیا، اور انسانیت کو ذلت کی گہرائیوں میں دھکیل ڈالا۔

نیا مالک فقط ایک دفعہ خون سے پاک ہونے کے بعد کنیز سے سیکس کر سکتا ہے:

کنیز کا استبراء فقط ایک مرتبہ خون سے پاک ہونا ہے۔ یعنی اگر وہ 3 دن میں خون سے پاک ہو گئی ہے تو نیا آقا اس سے سیکس کر سکتا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت دیکھئے کہ جناب صفیہ کے شوہر کو مسلمانوں نے قتل کیا، پھر انہیں پکڑ کر باندی بنا لیا، اور جب چند ہی دنوں کے بعد وہ حیض سے پاک ہوئیں، تو راستے میں ہی پیغمبر اسلام نے انکے ساتھ سیکس بالجبر کیا۔

صحیح بخاری کتاب المغازی (لنک):

> جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو خیبر کی فتح عنایت فرمائی تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حیی بن اخطب کی خوبصورتی کا کسی نے ذکر کیا' ان کے شوہر قتل ہو گئے تھے اور ان کی شادی ابھی نئی ہوئی تھی۔ اس لیے حضور نے انہیں اپنے لیے لے لیا اور انہیں ساتھ لے کر حضور روانہ ہوئے۔ آخر جب ہم مقام سد الصہباء میں پہنچے تو صفیہ حیض سے پاک ہوئیں اور حضور نے ان کے ساتھ جماع (سیکس) کیا۔

امام عبد اللہ ابن ابی زید (جنہیں امام مالک کہا جاتا ہے) اپنے فقہی رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

> واستبراء الامة في انتقال الملك حيضة انتقل الملك ببيع أو هبة أو سبي أو غير ذلك. ومن هي في حيازته قد حاضت عنده ثم إنه اشتراها فلا استبراء عليها إن لم تكن تخرج.
>
> ترجمہ:
>
> اور ملکیت کی تبدیلی کی صورت میں کنیز باندی کا استبراء ایک حیض (ماہواری) ہے۔ ملکیت تبدیل ہونے کی صورتیں یہ ہیں کہ کنیز باندی کو بیچ دیا جائے، اسے ہبہ (تحفہ) کر دیا جائے، اسے (جنگ میں) پکڑ کر غلام بنایا جائے، یا کسی بھی ایسی اور وجہ سے۔ اگر وہ کنیز لڑکی (چھوٹی) ہے اور نئے مالک کے خریدنے کے بعد اسے ماہواری شروع ہوتی ہے، تو پھر نئے مالک کو (سیکس کے لیے) ایک حیض ختم ہونے کی انتظار کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔۔

دو یا اس سے زیادہ مالکوں کا اپنی مشترکہ کنیز سے سیکس:

قیدی عورتوں پر اسلام کا ظلم اتنا بڑھا کہ اس نے اس معصوم عورت کا بار بار مختلف مالکوں سے ریپ حلال اللہ بنا دیا۔ بہت سارے نتائج میں سے ایک لعنت معاشرے میں یہ پیدا ہوئی کہ اگر باندی کے 2 مالک باری باری اس کا ریپ کرتے ہیں تو پھر پیدا ہونے والے بچے کے دو آفیشل باپ ہوں گے۔ واحد شرط اسلام نے یہ رکھی کہ دونوں مالک باندی کے ریپ میں ایک حیض (3 دن کا وقفہ کہ جس میں باندی حیض کے خون سے فارغ ہوتی ہے) رکھیں گے۔

اسکا مقابلہ اب یہود و نصاری سے کیجئے جنہوں نے قیدی عورتوں کے ریپ پر پابندی لگا دی اور شادی کی شرط رکھ دی، جس کے بعد قیدی عورت کی حیثیت مستقل بیوی کی تھی اور اسے آگے نہیں بیچا جا سکتا تھا۔

اگر مسلمانوں نے ناموسِ مذہب کی خاطر انسانیت کا گلا مکمل طور نہیں گھونٹ ڈالا، اور انسانیت کی ذرا سے رمق بھی ان میں باقی ہے، تو وہ بتلائیں کہ اس ظلم کے بعد وہ پھر کیسے دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے غلام باندیوں کو حقوق دیے؟

اسے حقوق دینا نہیں، بلکہ حقوق چھیننا کہتے ہیں۔

اسے ظلمِ عظیم کہتے ہیں۔

اسے انسانیت کو لہولہان کرنا اور اسکی موت کہتے ہیں۔

امام ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں (لنک):

> وإذا كانت الأمة بين شريكين فوطئاها لزمها استبراء ان
>
> ترجمہ: اگر ایک کنیز 2 مردوں کی مشترکہ ملکیت میں ہے اور وہ دونوں اس سے جماع (سیکس) کرنا چاہیں تو کنیز کو 2 بار استبرائے رحم (یعنی خون سے پاک) کرنا پڑے گا۔

اور فتاویٰ عالمگیری (جلد 6، صفحہ 162، لنک) میں ہے:

> ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے اور اس میں بچہ ہوا اور دونوں نے دعویٰ کیا تو دونوں سے اس کا نسب ثابت ہو گا (یعنی اس بچے کے آفیشلی 2 باپ ہوں گے)۔

اسی فتاویٰ عالمگیری (جلد 6، صفحہ 173، لنک) میں ہے:

> امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: اگر باندی تین یا چار یا پانچ میں مشترک ہو اور سب نے ایک ساتھ اسکے بچے کا دعویٰ کیا تو وہ سب کا بیٹا قرار دیا جائے گا اور سب سے اسکا نسب ثابت ہو گا۔

فتاویٰ عالمگیری فقہ حنفی کی مستند فقہی کتاب ہے اور تمام دیوبندی اور بریلوی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اسے 500 سنی علماء نے اورنگزیب عالمگیر کے حکم پر جمع کیا تھا۔

کنیز باندی کو خریدتے وقت ننگا دیکھنا اور ہاتھوں سے نازک جسمانی اعضاء کو ٹٹولنا:

اسلام کی 1400 سالہ تاریخ یہ ہے کہ لاچار و بے بس بچیوں اور لڑکیوں کو سرِ بازار تقریباً ننگا کر کے سینکڑوں ہزاروں شہوت برساتے مردوں کے سامنے بھیڑ بکریوں کی طرح کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ اور پھر خریدار آگے بڑھ کر بھیڑ بکریوں کی طرح ہی ان بے بس لڑکیوں کے ننگے جسموں بشمول نازک نسوانی اعضاء کو ٹٹولتے تھے۔

امام بیہقی نے اپنی کتاب سنن الکبریٰ میں روایت نقل کی ہے (لنک):

عن نافع، عن ابن عمر "إنه کان إذا اشتری جاریة کشف عن ساقها ووضع یده بین ثدییها وعلی عجزها

ترجمہ:

نافع نے صحابی ابن عمر سے روایت کی ہے: جب بھی ابن عمر کو کنیز خریدنی ہوتی تھی، تو وہ پہلے اس کنیز کے معائینے کے لیے پہلے اسکی ٹانگیں دیکھتے تھے اور پھر ہاتھوں سے اسکی چھاتیوں اور کولہوں کے ابھاروں کو پرکھتے تھے۔

سعودی مفتی اعظم البانی نے اس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے (لنک)۔

مصنف عبدالرزاق میں شعبی سے روایت ہے (لنک):

13207 عبدالرزاق، عن الثوری، عن جابر، عن الشعبی قال: "إذا کان الرجل یبتاع الأمة، فإنه ینظر إلی کلها إلا الفرج".

ترجمہ:

۔۔۔ شعبی کہتے ہیں: اگر کسی مرد کو کنیز خریدنی ہے، تو وہ اس کنیز کا پورا جسم دیکھ سکتا ہے سوائے شرمگاہ کے سوراخ کے۔

اور فتاویٰ عالمگیری (جو تمام دیوبندی و بریلوی حنفی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے) میں درج ہے (لنک):

جامع صغیر میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی کنیز باندی خریدنے کا قصد کیا تو کوئی ڈر نہیں ہے کہ وہ اسکی پنڈلیاں و سینہ و دونوں ہاتھ چھوئے اور کھلے ہوئے اعضاء کی طرف دیکھے۔

اور صحابہ ان سرِ بازار برہنہ بکتی ہوئی لاچار کنیز عورتوں کو کیسے بھیڑ بکریوں کی طرح خریدتے تھے، اسکے لیے یہ روایت پڑھئے:

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب المصنف میں نقل کیا ہے (لنک):

حدثنا جریر عن منصور عن مجاهد قال: کنت مع ابن عمر أمشي في السوق فإذا نحن بناس من النخاسین قد اجتمعوا علی جاریة یقلبونها، فلما رأوا ابن عمر تنحوا وقالوا: ابن عمر قد جاء، فدنا منها ابن عمر فلمس شیئا من جسدها وقال: أین أصحاب هذه الجاریة، إنما هي سلعة

ترجمہ:
مجاہد کا بیان ہے کہ ایک موقع پر ابن عمر بازار میں آئے تو دیکھا کچھ تاجر لوگ ایک لونڈی کو خریدنے کے لیے الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں۔ انھوں نے آکر اس کی پنڈلیاں ننگی کرکے دیکھیں، پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر ان کو جھنجھوڑا اور پھر خریدنے والوں سے کہا کہ خرید لو۔ یعنی اس میں کوئی نقص نہیں۔

کنیز باندی کا ستر (شرمناک)

جناب محمد عمار خان ناصر صاحب (مدیر ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ) نے کنیز باندی کے ستر پر باقاعدہ ایک مضمون لکھا ہے، جس میں انہوں نے ذیل کے ثبوت دیے ہیں:

حنفی فقیہ امام جصاص فرماتے ہیں کہ (لنک):

يَجُوزُ لِلْأَجْنَبِيّ النَّظَرُ إِلَى شَعْرِ الْأَمَةِ وَذِرَاعِهَا وَسَاقِهَا وَصَدْرِهَا وَثَدْيِهَا
ترجمہ:
"اجنبی آدمی کسی کی لونڈی کے بال، بازو، پنڈلی، سینہ اور پستان دیکھ سکتا ہے۔"

مالکی فقہ کی کتاب الشرح الصغیر میں ہے (لنک):

فيرى الرجل من المرأة-إذا كانت أمة-أكثر مما ترى منه لأنها ترى منه الوجه والأطراف فقط، وهو يرى منها ما عدا ما بين السرة والركبة، لأن عورة الأمة مع كل واحد ما بين السرة والركبة- (الجزء الأول، ص 290.)
ترجمہ:
"لونڈی، اجنبی مرد کا جتنا جسم دیکھ سکتی ہے، مرد اس سے بڑھ کر اس کا جسم دیکھ سکتا ہے۔ وہ صرف اس کا چہرہ اور ہاتھ پاوں دیکھ سکتی ہے، جبکہ غیر محرم مرد اس کی ناف سے گھٹنوں تک کے حصے کے علاوہ باقی سارا جسم دیکھ سکتا ہے۔

شوافع کا مختار مذہب بھی یہی ہے (لنک):

المذهب إن عورتها ما بين السرة والركبة (المهذب في فقه الإمام الشافعي ,إبي إسحق الشيرازي، ص 96)

قرطبیؒ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں سورۃ الاعراف کی آیت 26 کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں (لنک):

”واما الامۃ فالعورۃ منہا ما تحت ثدییہا، ولہا ان تبدی راسہا و معصمیہا. و قیل: حکمہا حکم الرجل“

”رہی کنیز تو اس کی شرمگاہ اس کے پستانوں کے نیچے سے ہے، اور وہ اپنا سر اور کلائیاں ظاہر کر سکتی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا حکم مرد کی طرح ہے“

فقہ حنفی کی مستند کتاب فتاویٰ عالمگیری کے مطابق:

فتاوی عالمگیری، اردو جلد نہم، صفحہ 44 (کتاب الا کریتہ، باب ہشتم، دیکھنے و چھونے کے مسائل):

- غیر کی باندی کے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک دیکھنا حلال نہیں ہے اور اسکے سوا تمام بدن کی طرف نظر کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے۔
- اور غیر کی باندی کا جسقدر دیکھنا حلال ہے، اُسکا چھونا بھی حلال ہے (بشرطیکہ اپنی ذات اور اُس کنیز کی ذات پر شہوت طاری ہونے کا ڈر نہ ہو)۔

- شیخ امام شمس الائمہ سرخسی فتوی دیتے تھے کہ غیر کی باندی کے ساتھ سفر کرنا یا خلوت کرنا حلال ہے۔
- اگر باندی کو خریدنے کا قصد رکھتا ہو تو سوائے اسکے پیٹ و پیٹھ کے جہاں جہاں دیکھنا حلال ہے، وہاں وہاں اسکو چھو بھی سکتا ہے، چاہے اس میں شہوت ہی کیوں نہ آ جائے۔
- اگر کسی شخص نے کوئی باندی خریدنے کا قصد کیا تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ اسکی پنڈلیاں و سینہ اور دونوں ہاتھ پورے چھوئے اور کھلے ہوئے اعضاء کی طرف دیکھے۔

مصنف عبد الرزاق کی کتاب الطلاق میں ”باب الرجل یکشف الامۃ حین یشتریھا“ کے تحت اس حوالے سے صحابہ و تابعین کے متعدد آثار نقل کیے گئے ہیں۔ چند حسب ذیل ہیں (عربی لنک)۔

- سعید ابن المسیب نے کہا کہ لونڈی کو خریدنے کا ارادہ ہو تو شرم گاہ کے علاوہ اس کا سارا جسم دیکھا جا سکتا ہے۔
- شعبی نے بھی کہا کہ شرم گاہ کے علاوہ اس کا سارا جسم دیکھا جا سکتا ہے۔
- ابن مسعود کے شاگردوں میں سے بعض نے کہا کہ ایسی لونڈی کو چھونا اور کسی دیوار کا ہاتھ لگانا ایک برابر ہے۔

مصنف عبد الرزاق (عربی لنک) کے مذکورہ باب کی روایات کے مطابق

• حضرت علی سے لونڈی کی پنڈلی، پیٹ اور پیٹھ وغیرہ دیکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔ لونڈی کی کوئی حرمت نہیں۔ وہ (بازار میں) اسی لیے تو کھڑی ہے کہ ہم (دیکھ بھال کر) اس کا بھاو لگا سکیں۔ (عربی متن: عن ابن جریج قال: إخبرنی من إصدق عمن، سمع علیا، یسائل عن الأمة تباع إینظر إلی ساقہا، وعجزہا، وإلی بطنہا؟ . قال: «لا بأس بذلک، لا حرمة لہا، إنما وقفت لنساومہا»)

• عبد اللہ بن عمر کے تلامذہ بیان کرتے ہیں کہ انھیں جب کوئی لونڈی خریدنا ہوتی تو اس کی پیٹھ، پیٹ اور پنڈلیاں ننگی کر کے دیکھتے تھے۔ اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر دیکھتے تھے اور سینے پر پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر دیکھتے تھے۔

• مجاہد کا بیان ہے کہ ایک موقع پر ابن عمر بازار میں آئے تو دیکھا کچھ تاجر لوگ ایک لونڈی کو خریدنے کے لیے الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں۔ انھوں نے آ کر اس کی پنڈلیاں ننگی کر کے دیکھیں، پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر اس کو جھنجھوڑا اور پھر خریدنے والوں سے کہا کہ خرید لو۔ یعنی اس میں کوئی نقص نہیں۔ (عربی متن: عن ابن عیینة، عن عمرو بن دینار، عن مجاہد قال: کنت مع ابن عمر فی السوق، فأبصر بجاریة تباع، فکشف عن ساقہا، وصک فی صدرہا، وقال: «اشتروا». یریہم إنہ لا بأس بذلک)

امام احمد بن حنبل:

کتاب الکافی فی فقہ الامام احمد (لنک):

وما یظہر دائماً من الأمة کالرأس والیدین إلی المرفقین والرجلین إلی الرکبتین لیس بعورة، لأن عمر رضی اللہ عنہ نہی الأمة عن التقنع والتشبہ بالحرائر، قال القاضی فی الجامع وما عدا ذلک عورة، لأنہ لا یظہر غالباً، إشبہ ما تحت السرة.
وقال ابن حامد عورتہا کعورة الرجل، لما روی عمر بن شعیب عن إبیہ عن جدہ إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إذا زوج إحدکم إمتہ عبدہ إو إجیرہ فلا ینظر إلی شیء من عورتہ فإن ما تحت السرة إلی الرکبة عورة یرید عورة الأمة، رواہ الدار قطنی. ولأنہ من لم یکن رإسہ عورة لم یکن صدرہ عورة،
ترجمہ:
اور جو باندی کا جسم عموماً ظاہر ہوتا ہے جیسے سر، کہنیوں تک ہاتھ، گھٹنوں تک پاؤں وغیرہ یہ ستر نہیں ہے کیونکہ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے باندی عورت پر پابندی لگائی تھی کہ کہ وہ چادر سے خود کو نہیں ڈھانپ سکتی کیونکہ ایسا کرنا آزاد مسلمان عورت کی برابری کرنے کے برابر ہے۔ قاضی نے اپنی کتاب 'الجامع' میں کہا ہے کہ اس کے سوا (جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے) ستر ہے، کیونہ یہ عموماً ظاہر نہیں ہوتا، جیسے کہ وہ کچھ جو کہ ناف کے نیچے ہے۔ ابن حامد کہتے ہیں کہ باندی کا ستر وہی ہے جو کہ ایک مرد کا ستر ہے، جیسا کہ عمر بن شعیب نے اپنے باپ سے، اس نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی باندی کی شادی اپنے غلام سے یا اجیر سے کر دے تو اسے اسکے

ستر کو نہیں دیکھنا چاہیے جو کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ رسول اللہ کی مراد باندی عورت کا ستر تھی۔ اسے دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ اور جس کا سر ستر میں شامل نہیں، تو اس کا سینہ بھی ستر نہیں۔

چنانچہ حنبلی مذہب کے یہ علماء بھی باندی عورت کے ستر کو ناف سے گھٹنے تک بیان کر رہے ہیں۔
مالکی مذہب کے امام ابن ابی زید (متوفی 386 ہجری) اپنی کتاب 'الجامع' میں لکھتے ہیں (آفیشنل انگریزی ترجمہ لنک):

He (Imam Malik) strongly rejected the behaviour of Madinan slave-girls in going out uncovered above the lower garment. He said, "I have spoken to the Sultan about it, and have received no reply."

ترجمہ:
"امام مالک کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ مدینے میں باندی عورتیں ننگے سینوں کے ساتھ گھومیں۔ امام مالک کہتے ہیں کہ انہوں نے اس سلسلے میں سلطان سے بات بھی کی، لیکن سلطان نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔"

شیخ حمزہ یوسف کی ویڈیو (لنک) دیکھئے جہاں وہ بتلا رہے ہیں کہ عمر ابن خطاب کے دور میں مدینہ میں باندی عورتیں ننگے سینوں کے ساتھ گھومتی تھیں۔

مسلم اعتراض: باندی کے ننگے سینے والی روایات صحیح بخاری اور مسلم میں موجود نہیں

چاروں ائمہ کے متفقہ فتوے آپ کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک تو خود تابعی اور تبع تابعی ہیں اور انہوں نے مدینہ اور دوسرے شہروں کے صحابہ اور تابعین کا متواتر طرز عمل دیکھا ہے جہاں مدینہ میں باندیوں کو ننگے سینوں کے ساتھ گھمایا جاتا تھا اور یوں ہی ننگے سینوں کے ساتھ نیلامی کی بازاروں میں بیچا جاتا تھا۔ مصنف عبد الرزاق اور امام بیہقی کی ان روایات کے صحیح ہونے کے لیے کیا یہ ثبوت کافی نہیں کہ چاروں ائمہ کا متفقہ فتوی ان کے مطابق ہے؟

مسلمانوں کا طرز عمل یہ ہے کہ وہ ان تمام روایات اور متفقہ فتوؤں کو تو جھوٹ قرار دے رہے ہیں، مگر خود قاصر ہیں کہ اپنا کوئی ثبوت پیش کر سکیں۔ چنانچہ ان مسلمانوں کو چیلنج ہے کہ:

☆ بخاری اور مسلم و صحاح ستہ سے روایات پیش کریں کہ باندی حجاب لیتی تھی اور آزاد مسلم عورت کی طرح سینے ڈھاکتی تھی۔
☆ بخاری و مسلم سے روایت پیش کریں کہ یہ باندیاں باپردہ ہو کر نیلامی کے بازاروں میں بیچی جاتی تھیں
☆ بخاری و مسلم سے روایت پیش کریں کہ گاہکوں کو انہیں چھونے کا کوئی حق حاصل نہ تھا

☆ کسی سلف امام کا فتوی پیش کریں کہ باندی کو بھی حجاب کرنا ہے، اور اس کا سینہ ننگا نہیں بلکہ سینہ بھی اس کے ستر میں شامل ہے۔

بخاری اور مسلم نے لگتا ہے کہ یہ روایات اس لیے جمع نہیں کیں کیونکہ اس وقت تک مسلمان عرب سے باہر نکل کر دیگر علاقوں کی ترقی یافتہ تہذیبوں سے رابطہ کر چکے تھے کہ جہاں باندی کے سینے کو کپڑے سے ڈھانکا بھی جاتا تھا اور ام الولد کو بیچا بھی نہیں جاتا تھا۔ اسی وجہ سے امام مالک کے زمانے میں ہی امام مالک کو باندیوں کے ننگے سینوں پر اعتراض ہو گیا تھا اور وہ خلیفہ کے ساتھ مل کر باندیوں کے ننگے پن کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ بعد میں بخاری و مسلم کے زمانے تک ان لوگوں کو احساس ہو چکا تھا کہ باندیوں کا یہ ننگا پن اسلامی شریعت کے لی باعثِ شرم و عار ہے۔ مگر چونکہ شریعت کے حلال اللہ کو بخاری و مسلم حرام نہیں کر سکتے تھے، اس لیے لگتا ہے کہ شرم کے باعث انہیں نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں جمع نہ کیا۔

باندی کی عدت فقط ایک مرتبہ خون کے حیض سے پاک ہونا

اسلام میں باندی عورت کی عدت فقط ایک حیض ہے۔ یعنی ایک مالک نے خون آنے سے قبل سیکس کر کے بیچ دیا، تو اگلے چار پانچ دنوں میں جیسے ہی وہ خون سے پاک ہوتی ہے تو نیا مالک اس باندی سے سیکس کر سکتا ہے۔ اسلام کے 1400 سالہ تاریخ میں یونہی باندیوں کے مالک چار پانچ دنوں کے حیض کے خون سے فارغ ہوتے ہی انکے ساتھ سیکس شروع کر دیتے تھے۔

سنن ابو داؤد، نکاح کا بیان (لنک):

> ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اکرم نے اوطاس کی قیدی عورتوں کے متعلق فرمایا: ۔۔۔ ان عورت سے اس وقت تک صحبت نہ کی جائے جب تک انہیں ایک دفعہ حیض کا خون نہ آ جائے۔
> البانی نے اس روایت پر "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)

کنیز باندی کے عدت سے پاک ہوئے بغیر اس سے جسمانی مزے لینا

مسلمانوں کی 1400 سالہ تاریخ یہ ہے کہ وہ تلوار کے زور پر دوسری قوم کے مردوں کو قتل کر ڈالتے تھے، اور پھر انکی لڑکیوں اور عورتوں کو اپنے باپ، بھائی اور شوہروں کے لاشوں پر رونے بھی نہیں دیتے تھے اور سوائے شرمگاہ کے، اُسی وقت بقیہ جسم کے مزے لینا شروع ہو جاتے تھے۔

یہ مسئلہ بھی اس لیے شروع ہوا کیونکہ محمد صاحب نے اس معاملے میں یہود و نصاری کی شریعت کو چھوڑ کر زمانہ جاہلیت کے عرب قوانین کو اسلامی شریعت کا حصہ بنایا۔

امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ اپنی کتاب مسائل الإمام إحمد میں لکھتے ہیں (لنک):

> حدثنا علی بن عثمان قال حدثنا حماد عن علی بن زید عن ایوب بن عبداللہ اللخمی إن ابن عمر قال وقع فی سہمی یوم جلولا جاریۃ کائن عنقھا إبریق فضۃ، فقال ابن عمر: فما ملکت نفسی حتی وثبت إلیھا فجعلت إقبلھا والناس ینظرون
>
> ترجمہ:
>
> عبداللہ ابن عمر (خلیفہ دوم کے بیٹے اور کبیر صحابی) کہتے ہیں کہ جلولا کی جنگ کے دن میرے حصے میں ایک کنیز باندی آئی۔ اُسکی گردن صراحی کی طرح لمبی گداز تھی۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ مجھے اپنے پر قابو نہ ہوا اور میں اُسی وقت اس پر چڑھ دوڑا اور اسکے بوسے لینا شروع کر دیے جبکہ لوگ میری طرف دیکھ رہے تھے۔

امام الکحلانی اپنی کتاب سبل السلام میں اس پر فرماتے ہیں (لنک):

> واعلم إن الحدیث دل بمفھومہ علی جواز الاستمتاع قبل الاستبراء
>
> ترجمہ:
>
> اور جاننا چاہیے یہ حدیث اہم ہے اور کنیز کے استبراء کرکے پاک ہونے سے سے قبل اس سے استمتاع (لذت) اٹھانے کا جواز فراہم کر رہی ہے۔

امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے متعلق کہتے ہیں (کتاب المبسوط لنک):

> وذکر ابو یوسف فی الأمالی إن إبا حنیفۃ کان یقول بالقیاس ثم رجع إلی الاستحسان فقال لیس علیہ إن یستبرئھا وھو قول إبی یوسف ومحمد رحمھما اللہ
>
> ترجمہ:
>
> ۔۔۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں: یہ اُن کے لیے فرض نہ تھا کہ وہ (لذت حاصل کرنے کے لیے) کنیز باندی کو استبراء سے پاک ہونے دیں۔ اور یہی قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے۔

اور تو اور، مسلمان تو حاملہ عورتوں کے جسموں سے بھی شہوتیں کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ وہ بے چاری حاملہ عورتیں اپنے مقتول شوہروں کو رونے بھی نہ پاتی تھیں کہ مسلمان ان سے ننگے جسمانی کھیل کھیلنے لگتے تھے۔

امام ابن حجر العسقلانی اپنی کتاب فتح الباری میں نقل کرتے ہیں (لنک):

و قال عطاء لا بأس إن يصيب من جاریتہ الحامل مادون الفرج
ترجمہ :
عطاء کہتے ہیں کہ حاملہ کنیز باندی سے لذت حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے سوائے اسکی شرمگاہ کے۔

امام بخاری کی فقہ اس کے عنوانوں میں ہے۔
کتاب البیوع میں امام بخاری پھر یہ عنوان دیتے ہیں (لنک) :
// باب : اگر لونڈی خریدے تو استبراء رحم سے پہلے اس کو سفر میں لے جاسکتا ہے یا نہیں؟ //
پھر اس عنوان کے ذیل میں بخاری صاحب لکھتے ہیں :

ولم یر الحسن بأسا إن یقبلہا او یباشرہا. و قال ابن عمر۔ رضی اللہ عنہما۔ إذا وہبت الولیدۃ التی توطأ او بیعت او عتقت فلیستبرإ رحمہا بحیضۃ، ولا تستبرإ العذراء. و قال عطاء لا بأس إن یصیب من جاریتہ الحامل مادون الفرج.
ترجمہ :
حسن بصری (بغیر استبراء کی عورت کا) بوسہ یا جسم سے لگا لینے می کوئی مضائقہ نہیں سمجھا، اور ابن عمر نے کہا کہ ایسی لونڈی ہبہ کرے یا بیچی جائے یا آزاد ہو، جس سے صحبت (سیکس) کی جاتی تھی تو ایک حیض سے استبراء کرے۔ لیکن کنواری عورت کے لیے کوئی استبراء نہیں ہے۔ اور عطاء نے کہا کہ اگر باندی عورت (پچھلے شوہر/مالک سے حاملہ ہے) تو اسکی شرمگاہ کے سوا اسکے بقیہ پورے ننگے جسم سے لذت حاصل کی جا سکتی ہے۔

نوٹ : استبراء کا مطلب ہے کہ عورت حیض کے بعد خون سے پاک ہو جائے۔ اگر کسی سے سیکس کرنے کے بعد عورت کو اگلی ماہواری (حیض) کا خون نہیں آتا ہے، تو اسکا مطلب ہے کہ وہ سیکس کے نتیجے میں حاملہ ہو گئی ہے۔
مسلمانوں کا طرز عمل سمجھئے :
(1) پہلے مسلمان جنگ میں مردوں کو قتل کرتے تھے۔
(2) پھر دشمن کی تمام عورتوں کو پکڑ کر کنیز باندیاں بنا لیتے تھے۔
(3) پھر اسی رات جب باندیاں مال غنیمت میں تقسیم ہو چکی ہوتی تھیں، تو اگر تو وہ چھوٹی بچی ہوتی تھی یا پھر کنواری لڑکی ہوتی تھی، تو مسلمانوں کو ہر طرح کا سیکس کرنے کی ان سے اجازت ہوتی تھی۔
(4) لیکن اگر وہ پہلے سے شوہر دار ہوتی تھیں، تو پھر "دخول" یعنی Sexual Penetration کے لیے انکی پہلی ماہواری ختم ہونے کا انتظار کرنا ہوتا تھا۔

(5) لیکن دخول کے علاوہ جہادی صحابہ کو پوری آزادی ہوتی تھی کہ وہ پہلی رات کو ہی انہیں ننگا کر کے انکے ساتھ دیگر ہر قسم کے جسمانی مزے لیں، ان سے مشت زنی کروائیں، یا دیگر طریقوں سے انزال کروائیں۔

یاد رہے کہ مسلمانوں نے چند گھنٹے قبل ہی ان عورتوں کے باپوں، شوہروں، بھائیوں، اور بیٹوں کو قتل کیا ہوتا تھا۔ ان عورتوں کو اپنے ان پیاروں کے لیے رونے اور غم منانے کا اسلام اور اللہ کوئی موقع نہیں دیتا تھا اور اسی رات مسلمان ان سے جنسی ہوس پوری کرنا شروع ہو جاتے تھے۔

کنیز باندیوں کے یہ ننگے بازار، یہ کئی کئی مردوں کے ساتھ سیکس بالجبر کا نظام، یہ اسلام کی 1400 سالہ تاریخ کی زینت اور سوغات ہیں۔ یہود و نصاریٰ بھی اس حمام میں ننگے ہیں اور وہ بھی انسانیت کو لہولہان کرتے دکھائی دیتے ہیں اور خدا کے نام پر قیدی عورتوں کو کنیز بنا کر سیکس بالجبر کرتے تھے، مگر پھر بھی اسلام سے وہ کہیں بہتر تھے اور کنیز عورت کی اتنی تذلیل نہیں کرتے تھے جتنا کہ اسلام 1400 سالوں سے کرتا چلا آ رہا ہے۔

غلاموں اور کنیزوں کی تجارت

اسلام عذر خواہ ڈینگ مارتے ہیں کہ اسلام نے کسی کو اغوا کر کے اسے غلام و کنیز بنانے پر پابندی لگا دی ہے۔

جواباً عرض ہے کہ:

- یہ اغوا نہ کرنے والی پابندی تو پہلے سے اہل کتاب میں موجود تھی۔
- چنانچہ اس چیز کی ڈینگ مارنے کی بجائے آپ عوام کو یہ کیوں نہیں بتلاتے کہ مسلمانوں کو کھلی چھٹی تھی کہ وہ غیر ملکوں میں جا کر ایسے سینکڑوں ہزاروں اغوا شدہ غلام اور کنیز باندیاں خریدتے پھریں، اور پھر کھلی چھٹی تھی کہ انہیں اسلامی خلافت میں لا کر سرِ بازار شہوت زدہ مسلمانوں کو فروخت کریں۔
- ایسے ہزاروں 'خواجہ سراوؤں' اور ہزاروں لاکھوں کنیزوں کو باہر سے لا کر مسلمان امراء اپنا منہ کالا کرتے تھے۔

بہانہ: ہزاروں کنیزوں کی تجارت اسلام کا قصور نہیں بلکہ امراء کا قصور تھا

اسلام عذر خواہ بہانہ بناتے ہیں کہ ان ہزاروں غلاموں اور کنیزوں کی تجارت کا بھیانک کھیل مذہب اسلام کا قصور نہیں بلکہ مسلمان امراء اسکے ذمہ دار ہیں۔

چیلنج:

ان عذر خواہوں کو چیلنج ہے کہ دکھا دیں کہ پچھلی 1400 سالہ تاریخ میں کب اور کہاں مسلمان علماء و فقہاء نے ایسی بھیانک تجارت کو اسلام میں 'حرام' قرار دیا ہو؟ آج تک ایک ایسا فقیہ پیدا نہیں ہوا، بلکہ سب نے اسے شریعت کا 'حلال اللہ" بتلایا۔

یہ فقہی تو ایک طرف رہے، بذاتِ خود پیغمبرِ اسلام کھل کر ایسی تجارت کرتے تھے۔ پیغمبرِ اسلام نے سانحہ بنو قریظہ میں باندیاں بنائے جانے والی یہودی (اہل کتاب، اللہ کو ماننے والی) خواتین کو لے جا کر نجد کے علاقے کے 'کافروں (خدا کے منکروں)' کو بیچ دیا۔

اسلام میں پردہ کا مقصد فقط یہ تھا کہ صحابہ فقط کنیزوں پر آوازیں کستے ہوئے لچا لفنگر پن کر سکیں

یہ ایک ناقابل یقین بات ہے، مگر حقیقت ہے کہ اسلام میں حجاب فقط آزاد مسلم عورت کا "حق" تھا، جبکہ کنیز باندی کو حجاب کرنے کا سرے سے کوئی حق ہی نہیں تھا، بلکہ اگر غلطی سے کوئی کنیز حجاب لے لیتی تھی تو سوٹیوں سے مار مار کر اسکے سر سے حجاب کھینچ لیا جاتا تھا۔

سب سے پہلے اسلام میں پردے کا حکم اس لیے نازل ہوا کہ آزاد عورتوں کی کنیز باندیوں سے الگ شناخت ہو سکے۔ یہ سن 5 ہجری کا واقعہ ہے۔

> [القرآن 33:59] اے نبی کہو! اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہ وہ لٹکا لیا کریں اپنی جلباب (چادر)۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ **وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں**۔

سب سے پہلے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آیت مبارکہ کے اس ٹکڑے سے کیا مراد ہے کہ: "۔۔۔**تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں**۔۔۔؟

اس آیت کی تفسیر میں ابو مالک، ابو صالح، قتادہ، کلبی، معاویہ بن قرہ، حسن، سدی اور مجاہد ان سب سے ہت سی روایات مروی ہیں اور وہ سب متفق ہیں کہ یہ آیت اس لیے نازل ہوئی کیونکہ مدینے میں لوگ (صحابہ) سڑکوں کے کنارے بیٹھے ہوتے تھے اور پہلے کنیز اور آزاد عورت کے فرق نہ پتا ہونے کی وجہ سے تمام آزاد و کنیز عورتوں کو یکساں ستایا کرتے تھے۔ مگر بعد میں جب جلباب کی وجہ سے انہیں علم ہو جاتا تھا کہ کون آزاد عورت ہے اور کون کنیز، تو پھر وہ آزاد عورتوں کو ستانے سے باز رہتے تھے۔ (دیکھیئے تفسیر طبری اس آیت کی ذیل میں جہاں یہ سب روایات موجود ہیں۔ لنک۔)

ابن کثیر الدمشقی اپنی مشہور تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں لکھتا ہے (لنک):

> آیت میں مومنوں کی عورتوں کا ذکر ہے۔ جلباب کا لٹکانا چونکہ علامت ہے آزاد پاک دامن عورتوں کی کی اس لئے یہ چادر کے لٹکانے سے پہچان لی جائیں گی کہ یہ نہ واہی عورتیں ہیں نہ لونڈیاں ہیں۔ سدی کا قول ہے کہ لوگ اندھیری راتوں میں راستے سے گزرنے والی عورتوں پر آوازے کستے تھے اس لئے یہ نشان ہو گیا کہ گھر گرہست عورتوں اور لونڈیوں باندیوں وغیرہ میں تمیز ہو جائے اور ان پاک دامن عورتوں پر کوئی آوازیں نہ کسے۔

نوٹ:

زمانہ جاہلیت میں عورت اپنے سینوں پر کچھ نہیں ڈالتی تھیں۔ سورۃ نور کی آیت 31 کے ضمن میں ابن کثیر لکھتا ہے (لنک):

وقولہ تعالی { وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ } يعني المقانع يعمل لها صنفات ضاربات على صدورهن لتواري ماتحتها من صدرها وترائبها ليخالفن شعار نساء اہل الجاہلیۃ فإنہن لم یکن یفعلن ذلک، بل كانت المرأة منہن تمر بين الرجال مسفحة بصدرها، لايواريہ شيء، وربما اظہرت عنقہا وذوائب شعرہا واقرطۃ آذانہا

ترجمہ:

۔۔۔(آزاد مسلمان) عورتوں کو چاہئے کہ اپنے دوپٹوں سے یا اور کپڑے سے اپنے سینہ اور گلے کا زیور چھپائیں۔ زمانہ جاہلیت میں اس کا رواج نہ تھا اور عورتیں اپنے سینوں پر کچھ نہیں ڈالتیں تھیں۔۔۔

اور عبدالرزاق نے تابعی حسن البصری (متوفی 110 ہجری) سے روایت کی ہے:

عبد الرزاق عن معمر عن الحسن قال كن إماء بالمدينة يقال لهن كذا وكذا كن يخرجن فيتعرض لهن السفهاء فيؤذوهن لانہ فكانت المرأة الحرة تخرج فيحسبون إنہا إمۃ فيتعرضون لها ويؤذونها إخبرنا فأمر النبي صلى الله عليه وسلم المؤمنات إن يدنين عليهن من جلابيبهن ذلك إدنى إن يعرفن من الإماء إنہن حرائر فلا يؤذين

ترجمہ:

حسن بصری کہتے ہیں کہ مدینہ میں جب کنیز عورتیں باہر جاتی تھیں تو ان پر آوازیں کسی جاتی تھیں۔ (ایک رات) کچھ شریر لوگوں نے عورتوں کے ایک گروپ کا پیچھا کیا اور انہیں ستایا کیونکہ وہ سمجھے یہ وہ بھی کنیز باندیاں ہیں، جبکہ حقیقت میں وہ آزاد مسلمان عورتیں تھیں۔ اس وجہ سے رسول اللہ (ص) نے آزاد مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ وہ وہ اپنی جلباب (چادر) اپنے اوپر ڈال لیں، تاکہ وہ بطور آزاد عورت ایک کنیز باندی سے ممتاز ہو سکیں تاکہ وہ ستائی نہ جائیں۔

عام مسلمان عوام کو یہ سب کچھ پہلی نظر میں انتہائی عجیب و غریب نظر آئے گا۔ مگر یہی حقیقت ہے اور ملا حضرات کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ ان حقائق کو عام مسلمانوں سے چھپا کر رکھیں۔

نوٹ:

اصل میں زمانہ جاہلیت کے عرب علاقے آشور (Assariya) میں ایک یہ رواج بھی تھا کہ اونچے درجے کی آزاد خواتین پردہ کرتی تھیں اور اسے ان کا شرف اور حق سمجھا جاتا تھا، جبکہ باندیوں کے سینے ننگے کروا دیے جاتے تھے (لنک)۔ اسی چیز کو محمد یہاں دوبارہ جاری کر رہے ہیں۔

ورنہ اگر شرم و حیا کا مسئلہ ہوتا تو پھر محمد بہت آسانی سے آزاد مسلمان عورت کے ساتھ ساتھ باندی عورت کے سینے بھی ڈھانک سکتے تھے اور کسی صحابی نے اس پر بغاوت نہیں کر دینی تھی۔

صحیح بخاری کتاب المغازی میں ہے کہ جب نبی اسلام نے صفیہ بنت حیی کو اپنے لیے منتخبکیا تو مسلمانوں نے کہا کہ یہ یا تو امہات المؤمنین میں سے ہے یا باندیوں میں سے تو اگر انہوں نے اسے پردہ کرایا تو یہ امہات المؤمنین میں سے ہو گی اور اگر نہیں کرایا تو کنیز اور باندی ہو گی، پھر جب نبی اسلام نے اسے پردہ کرایا تو مسلمانوں کو پتہ چل گیا کہ یہ ام المؤمنین ہے۔

صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر (لنک) :

> نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور خیبر کے درمیان (مقام سد الصہباء میں) تین دن تک قیام فرمایا اور وہیں صفیہ رضی اللہ عنہا سے خلوت کی تھی پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت دی۔ آپ کے ولیمہ میں نہ روٹی تھی' نہ گوشت تھا صرف اتنا ہوا کہ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو دستر خوان بچھانے کا حکم دیا اور وہ بچھا دیا گیا' پھر اس پر کھجور' پنیر اور گھی (کا ملیدہ) رکھ دیا۔ **مسلمانوں نے کہا کہ صفیہ امہات المؤمنین میں سے ہیں یا باندی ہیں ؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر آنخضرت نے انہیں پردے میں رکھا تو وہ امہات المؤمنین میں سے ہوں گی اور اگر آپ نے انہیں پردے میں نہیں رکھا تو پھر یہ اس کی علامت ہو گی کہ وہ باندی ہیں۔** آخر جب کوچ کا وقت ہوا تو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنی سواری پر پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور ان کے لیے پردہ کیا۔

یعنی نبی اسلام خود نہ صرف باندیاں رکھتے تھے بلکہ انہیں پردہ بھی نہیں کرواتے تھے یعنی ان کی نظر میں باندی یا کنیز کی حیثیت محض "مال" کی سی ہوتی تھی، ان لوگوں کے لیے بہت بڑا سوالیہ نشان ہے جو اسلام میں عورت کے مقام کا راگ الاپتے نہیں تھکتے ؟!

اور صحیح بخاری کی روایت دیکھئے کہ جناب صفیہ کے شوہر کو مسلمانوں نے قتل کیا، پھر انہیں پکڑ کر باندی بنا لیا، اور جب اگلے ہی دن وہ حیض سے پاک ہوئیں، تو راستے میں ہی پیغمبر اسلام نے انکے ساتھ سیکس کیا۔

صحیح بخاری کتاب المغازی (لنک) :

> جب اللہ تعالیٰ نے آنخضور کو خیبر کی فتح عنایت فرمائی تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حیی بن اخطب کی خوبصورتی کا کسی نے ذکر کیا' ان کے شوہر قتل ہو گئے تھے اور ان کی شادی ابھی نئی ہوئی تھی۔ اس لیے حضور نے انہیں اپنے لیے لے لیا اور انہیں ساتھ لے کر حضور روانہ ہوئے۔ آخر جب ہم مقام سد الصہباء میں پہنچے تو صفیہ حیض سے پاک ہوئیں اور حضور نے ان کے ساتھ جماع (سیکس) کیا۔

اسلام کا ظلم ملاحظہ کیجئے کہ ایک طرف ان معصوم لڑکیوں اور عورتوں کے باپ، بھائی، شوہر اور بیٹوں کو انہوں نے قتل کیا ہوتا تھا، اور پھر اسی حالت میں انکے اوپر چڑھ دوڑتے تھے (یاد رہے کہ دخول کے علاوہ ان قیدی عورتوں کو پہلی رات ہی ننگا کر کے ان کے ننگے جسموں کے بوسے لینے، ہاتھ پھیرنے اور دیگر جسمانی لذتیں حاصل کرنے کے لیے کسی حیض کے انتظار کی ضرورت نہ تھی)۔

کیا اللہ کا اور پیغمبر کا یہی وہ خلقِ اعلیٰ ہے جسکا مسلمان 24 گھنٹے ڈھنڈھورا پیٹتے ہیں؟

پھر یہ روایات دیکھئے :

○ "وحیہ رسول اللہ کے پاس آئے اور عرض کیا، یارسول اللہ مجھے قیدیوں میں سے غلام بنانے کے لیے ایک لڑکی عنایت کی جائے، حضور نے فرمایا، جو مرضی ہے لے لو۔ اُس نے صفیہ بنت حیی کو اپنے قبضے میں لے لیا، ایک صحابی آپ کے پاس آئے اور کہا، یارسول اللہ آپ نے وحیہ کو صفیہ دے دی ہے۔ وہ انتہائی خوبصورت ہونے کے علاوہ قبیلہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی مشترکہ رئیسہ ہے۔ وہ آپ جیسے آدمی کی حقدار ہے۔ تو حضور نے فرمایا کہ صفیہ اور وحیہ، دونوں کو یہاں لاؤ۔ حضرت بلال بن رابح (موذّن) حضرت صفیہ کو لے کر آئے، ان کے ساتھ ایک اور یہودی لڑکی بھی تھی، **جب وہ اپنے بھائی بندوں کی لاشوں کے پاس سے گذریں تو اس لڑکی نے دھاڑیں مارتے ہوئے اپنے منہ پر تھپڑ مارنے شروع کر دیے، اس نے زمین سے مٹی لے کر اپنے بالوں میں ڈال لی، جب حضور نے اس لڑکی کو دیکھا تو انہیں بہت غصہ آیا اور آپ نے فرمایا؛ "اس چڑیل کو میری نظروں سے دور کردو"۔** حضرت صفیہ کو حضور نے اپنے پیچھے آنے کے لیے کہا اور انہوں پر اپنی چادر پھینک دی جس کا مطلب تھا کہ حضرت صفیہ کو حضور نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے۔ حضور نے وحیہ سے فرمایا کہ وہ کوئی اور لڑکی پسند کر لے۔ بعد میں نبیؐ کریم نے حضرت بلال کو سرزنش کرتے ہوئے کہا؛ "تم کیوں انہیں ان کے خاوندوں کی لاشوں کے پاس سے گذار کر لے کر آئے ہو، کیا تمہیں ان پر ذرا بھی ترس نہیں آیا"۔

(حوالہ: تاریخ طبری، جلد 8، صفحہ 122، انگریزی ترجمہ)

یاد رہے کہ یہ صرف صفیہ ہی نہیں تھیں کہ جنہیں باپ، بھائی اور شوہر کے قتل کے اگلے ہی دن سیکس کرنا پڑا، بلکہ ہر ہر قیدی عورت کو اس اذیت سے گذرنا پڑا جب مسلمان دن کو ان کے باپ، بھائی، بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور اسی شام کو ان قیدی عورتوں کو ننگا کر کے انہیں سیکس سروس مہیا کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ کیا اس سے بڑھ کا اور کوئی ظلم بھی ممکن ہے؟ (یاد رہے کہ یہود و نصاری تک اس ظلم کے خلاف تھے اور ایک قیدی عورتوں کو کم از کم 1 مہینے کی مہلت دیتے تھے کہ وہ اپنے پیاروں کے قتل کا غم سہہ لیں۔ صرف اس کے بعد جا کر وہ ان سے شادی کرتے تھے)۔

سیرۃ النبویہ۔ ابن ہشام صفحہ 766:

> "اُس رات حضرت انس بن مالک کی والدہ اُم سلیم نے حضرت صفیہ کو سنوارا، وہ رات انہوں نے حضور کے خیمے میں بسر کی۔ "ابوایوب، خالد بن زید نے پوری رات ہاتھ میں تلوار لے کر گزاری اور صبح تک حضور کے خیمے کے گرد چکر لگاتے ہوئے پہرہ دیا۔ صبح جب حضور جاگے تو اس حرکت کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے جواب دیا مجھے آپ کی سلامتی کا ڈر تھا کیونکہ آپ نے اس کے باپ، خاوند اور دیگر عزیز و اقارب کو قتل کروایا ہے، اور ابھی تک اس نے اسلام بھی قبول نہیں کیا، مجھے آپ کی جان کا خطرہ تھا، حضور نے دعا کی اے اللہ جس طرح رات بھر ابوایوب نے میری حفاظت کی ہے، اُسی طرح تو بھی اُس کی حفاظت فرما"۔

غالب کمال صاحب لکھتے ہیں کہ:

> "آپ اپنی بہن، بیٹیوں، بیویوں اور رشتہ داروں کو ان عورتوں کی جگہ پر رکھ کر سوچیں، آج ہندو پاکستان پر چڑھائی کریں، فتح مند ہونے کے بعد آپ کی عورتوں کو یرغمال بنائیں اور رات کو اپنے خیموں میں ان سے زنا بالجبر کریں تو کیسا عالم ہوگا۔ آپ کی بے بسی کیسی ہوگی؟ کیا آپ

اللہ سے شکوہ کریں گے، کیا آپ اس کی خدائی پر شک کریں گے؟ یا پھر آپ ایشور کی طاقت کے معترف ہو جائیں گے؟

یہ لونڈی عورتیں چند دن قبل آزادی سے اپنی زندگیاں گزار رہی ہوتی تھیں، اپنے بچوں کی پرورش کر رہی ہوتی تھیں، کوئی شادی کے خواب دیکھتی تھی تو کوئی اولاد پیدا ہونے کی خوشی، کوئی اپنے ماں باپ کی خدمت کر رہی ہوتی تھی، تو کوئی اپنے خاوند کی راہ دیکھ رہی ہوتی تھی۔ کوئی حاملہ ہوتی تھی، کوئی کمسن بچی کھیل کود میں مصروف ہوتی تھی۔
کمسن بچیوں کے نازک اور چھوٹے چھوٹے معصوم خواب ہوتے تھے، ہماری بہنوں اور بیٹیوں کی طرح معصوم، ہماری ماؤں کی طرح پاکباز اور سمجھدار، ہمدرد اور جفاکش، محبت اور احترام سے بھری ہوئی۔ دوسروں کا بھلا چاہنے والی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہونے والی، فکر مند ہونے والی، اپنے مردوں کی باہنوں میں تحفظ تلاش کرنے والی، سوجذبوں اور سوجذ باتوں سے معمور، زندگی کی بے رحمی میں امید کا دیا جلائے ہوئے حوا کی بیٹیاں، مجبور، کمزور مگر پر عزم، اپنی زندگیاں بڑے آرام سے اپنے کمزور مردوں کی حفاظت میں گزارتی ہوئی۔

مگر پھر ایک دن اسلامی لشکر چڑھ آیا، اسلام کی دعوت دی، کافر مردوں نے اپنے مذہب کو ترک کر کے اسلام قبول کرنا گناہ جانا اور انکار کر دیا، وہ اسلام کے متعلق جانتے بھی کیا تھے۔ صرف کلمہ پڑھنے سے حملے سے بچ بھی سکتے تھے، مگر نہ کیا۔ کیوں کرتے وہ اپنے مذہب کو تو جانتے تھے مگر اسلام سے ناواقف تھے، نبی اسلام نے ان کی گلیوں میں کبھی اسلام کی تبلیغ نا کی تھی۔

وہ سہمی ہوئی لڑکیاں کیا ہجرہِ دہشت میں پہلی بار جنسی زیادتی پر روئی ہوں گی؟ کیا وہ اپنی فرج سے نکلتے خون کو دیکھ کر گھبرائی ہوں گی؟ کیا ان کی بے بسی تصور کی جا سکتی ہے؟ کیا ان کا دکھ سمجھا جا سکتا ہے؟ کیا جنسی زیادتی کرنے والے مفتوحین نیک انسان تھے؟ انسانیت کی رو سے تو وہ انسان ہی نہیں تھے۔ کیا جنسی عمل کی اس وحشت کے دوران ان لڑکیوں اور عورتوں کی آنکھوں کے سامنے اپنے مردہ رشتہ داروں کے چہرے آتے تھے؟ کیا ایک خیمے میں زیادتی کا شکار ہوتی ماں کو ساتھ کے خیمے میں درد سے کراہتی اپنی بیٹی کی آوازیں آتی ہوں گی؟ کیا وہ ڈرتی ہو گی کہ اس کی کمسن بیٹی اگلی صبح زندہ بھی ہو گی کہ نہیں؟ کئی بیٹیاں اگلی صبح مردہ بھی پائی جاتی ہوں گی۔ کئی ایسی بھی ہوں گی جو مزاحمت کرتی ہوں گی، ان پر تشدد بھی ہوتا ہو گا، ان کو قتل بھی کر دیا جاتا ہو گا (جیسا کہ ابو ایوب انصاری رات کو تلوار لے کر کھڑے ہو گئے تھے کہ اگر صفیہ سیکس کے وقت مزاحمت کریں تو وہ انہیں قتل کر ڈالیں)۔

رسول اللہ کا غیر مردوں کی نامحرم باندیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر گھومنا پھرنا

ایک طرف پردے و شرم و حیا کے نام پر بے چاری عورت کی زندگی اجیرن، تو دوسری طرف رسول اللہ خود غیر مردوں کی نامحرم باندیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے پبلک میں گھوم پھر رہے ہیں۔

سنن ابن ماجہ، زہد کا بیان (لنک):

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنْ كَانَتْ الْأَمَةُ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَتَأْخُذُ بِيَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِهَا حَتَّى تَذْهَبَ بِهِ حَيْثُ شَاءَتْ مِنْ الْمَدِينَةِ فِي حَاجَتِهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے مدینہ کی ایک لونڈی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑتی پھر آپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں سے نہ نکالتے یہاں تک وہ آپ کو لے جاتی جہاں چاہتی اپنے کام کے لئے۔

سعودی مفتی البانی نے اس روایت پر "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)۔

یہی روایت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔

صحیح بخاری، کتاب ادب کا بیان (لنک):

أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ إِنْ كَانَتْ الْأَمَةُ مِنْ إِمَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَتَأْخُذُ بِيَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِهِ حَيْثُ شَاءَتْ

انس بن مالک رضی بیان کرتے ہیں کہ مدینہ والوں میں ایک لونڈی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑتی اور جہاں چاہتی لے جاتی۔

یہ ایسے شدید تضادات ہیں کہ جن میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔ یہ تضادات ثابت کرتے ہیں کہ اسلامی شریعت بنانے والا کوئی آسمانی خدا نہیں، بلکہ محمد خود تھے، اس لیے محمد کی "انسانی غلطیوں" کے سبب اسلامی شریعت ایسے شدید تضادات کا شکار ہوئی۔

حجاب لینے پر عمر ابن الخطاب کا کنیز باندیوں کو سوٹیوں سے مارنا

جلباب ایک چادر کو کہتے ہیں جس کو سر پر لینے سے سر اور سینے ڈھانپے جاتے تھے۔ جبکہ 'خمار' سر کے چھوٹے سکارف کو کہتے ہیں جس سے صرف سر ڈھکتا ہے، جبکہ سینے ننگے رہتے تھے۔ باندی عورتوں کو سر پر صرف 'خمار' لینے کی اجازت ہوتی تھی جس سے سر ڈھک جاتے تھے لیکن سینے ننگے رہتے تھے۔

صحیح روایات کے مطابق اگر کوئی کنیز باندی غلطی سے بھی جلباب لے لیتی تھی تو عمر ابن الخطاب سوٹیاں مار مار کر زبردستی اسکے جلباب اتروا دیتے تھے (جس سے نہ صرف اس کا سر، بلکہ سینے بھی ننگے ہو جاتے تھے)۔

سعودی مفتی اعظم البانی نے اپنی کتاب الغلیل الارواء میں یہ 'صحیح' روایت نقل کی ہے (لنک):

> إخرجه ابن إبی شیبة فی "المصنف" (1/82/2) : حدثنا وکیع قال : حدثنا شعبة عن قتادة عن إنس قال : "رإی عمر إمة لنا مقنعة فضربها و قال : لا تشبهین بالحرائر". قلت : وهذا إسناد صحیح
>
> ترجمہ:
>
> امام ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب المصنف (لنک) میں نقل کیا ہے کہ عمر ابن الخطاب نے ایک کنیز باندی کو سر پر مقنعہ (جلباب/چھوٹی چادر) لیے دیکھا تو آپ نے اسکو ضرب لگائی اور کہا کہ وہ آزاد مسلم عورتوں کی 'برابری' کی کوشش نہ کرے۔

یہی روایت ابن قلابہ سے بھی مروی ہے (لنک)

اور عبدالرزاق (متوفی 211 ہجری) نقل کرتے ہیں:

> عبد الرزاق عن معمر عن إیوب عن نافع إن عمر رإی جاریة خرجت من بیت حفصة متزینة علیها جلباب إو من بیت بعض إزواج النبی صلی الله علیه و سلم فدخل عمر البیت فقال من هذه الجاریة فقالوا إمة لنا –إو قالوا إمة آل فلان –فتغیظ علیهم و قال إتخرجون إماء کم بزینتها تفتنون الناس
>
> ترجمہ:
>
> ایک مرتبہ عمر نے دیکھا کہ ایک نوجوان باندی لڑکی جناب حفصہ یا پھر ازواج نبی میں سے کسی کے گھر سے یوں نکل کر باہر گئی کہ اس نے جلباب پہنا ہوا تھا۔ اس پر عمر گھر میں داخل ہو گئے اور فرمایا: "یہ کون لڑکی ہے؟" انہوں نے کہ کہ یہ کسی کی کنیز لڑکی ہے۔ عمر ان لوگوں پر غضبناک ہوئے اور کہا: "یہ لڑکی جلباب کو سجائے چلی گئی، اور یہ مسلمانوں میں فتنہ پیدا کر رہی ہے (کیونکہ وہ اسے آزاد سے علیحدہ کر کے بطور باندی پہچان نہیں پا رہے)۔

امام شعبانی (متوفی 189 ہجری) لکھتے ہیں (کتاب المبسوط، جلد 3، صفحہ 7):

> ولا ینبغی للرجل إن ینظر من إمة غیره إذا کانت بالغة إو تشتهی مثلها إو توطإ إلا ما ینظر إلیه من ذوات المحرم ولا بإس بإن ینظر إلی شعرها وإلی صدرها وإلی ثدیها وعضدها وقدمها وساقها ولا ینظر إلی بطنها ولا إلی ظهرها ولا إلی ما بین السرة منها حتی یجاوز الرکبة
>
> ترجمہ:
>
> ایک آدمی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی کنیز عورت کو بلوغت کی عمر پہنچ جانے کے بعد دیکھے یا اسکی خواہش کرے سوائے اپنی کنیز عورت کے۔ وہ دوسرے کی کنیز عورت کے صرف وہ حصے دیکھ سکتا ہے جس کی محرم رشتے داروں کی صورت میں اجازت ہے۔ چنانچہ اس میں کوئی مضائقہ

نہیں اگر وہ دوسرے کی کنیز کے بالوں، اسکے پستان (سینے)، اسکے پستانوں، اسکے ہاتھ اور پاؤں کو دیکھے۔ کنیز عورت کے جن حصوں کو دیکھنے کی اجازت نہیں ہے وہ اسکا پیٹ یا کمر ہیں، اور وہ کچھ جو کہ اسکی ناف اور گھٹنوں کے درمیان ہے۔

اور عبدلرزاق اپنی کتاب المنصنف میں ابن جریج (متوفی 150 ہجری) سے نقل کرتے ہیں (لنک):

عبد الرزاق عن بن جريج قال بلغني عن إشياخ من إهل المدينة إن الخمر على الإماء إذا حضن وليس عليهن الجلابيب

ترجمہ:

ابن جریج کہتے ہیں کہ مدینے کے شیوخ کے مطابق جب باندی لڑکی کو حیض آنا شروع ہو جاتا تھا تو وہ سروں پر خمار (سر کا سکارف) لیتی تھیں، لیکن جلباب نہیں لیتی تھیں (جو کہ سر کے ساتھ سینے کو ڈھانپتی تھی)۔

اور سعودی مفتی اعظم البانی اپنی کتاب ارواء الغلیل میں لکھتا ہے (لنک):

حدثنا علي بن مسهر عن المختار بن فلفل عن إنس بن مالك قال: " دخلت على عمر بن الخطاب إمة قد كان يعرفها لبعض المهاجرين إو الأنصار , وعليها جلباب متقنعة به , فسألها: عتقت؟ قالت: لا: قال: فما بال الجلباب؟! ضعيه عن رإسك , إنما الجلباب على الحرائر من نساء المؤمنين , فتلكأت , فقام إليها بالدرة , فضرب بها رإسها حتى إلقته عن رإسها ".
قلت: وهذا سند صحيح على شرط مسلم.

ترجمہ:

صحابی انس ابن مالک کہتے ہیں: کسی مہاجر یا انصار کی باندی عمر ابن خطاب کے پاس اس حالت میں آئی کہ اس نے جلباب پہنی ہوئی تھی (جلباب: وہ چادر جو سر کو ہی نہیں بلکہ ننگے سینوں کو بھی ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتی تھی)۔ عمر نے اس سے کہا: "کیا تمہیں آزاد کر دیا گیا ہے؟" اُس نے کہا: "نہیں۔" اس پر عمر نے کہا: "تو پھر اس جلباب کو سر سے اتار دو کیونکہ جلباب صرف آزاد مسلم عورت کے لیے ہے۔" باندی نے جلباب کو اتارنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا، تو اس پر عمر اٹھے اور انہوں نے اس باندی کو درے سے مارنا شروع کر دیا اور اس کے سر پر ضرب لگائی حتیٰ کہ باندی نے جلباب اتار پھینکا۔
البانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر 'صحیح' ہے۔

اور تو اور کنیز باندیوں کے لیے نماز میں بھی حجاب نہ تھا۔ امام ابن حزم اپنی کتاب المحلیٰ میں نقل کرتے ہیں (لنک):

لایستحی من إن یطلق إن للمملوکۃ إن تصلی عریانۃ یری الناس ثدیہا وخاصرتہا

ترجمہ:

امام ابو حنیفہ کو یہ کہنے میں کوئی تامل نہ تھا کہ کنیز باندی عریاں ہو کر نماز پڑھے گی اور لوگ اسکی کھلی چھاتیوں اور پیٹھ کو دیکھ سکتے ہیں۔

اور سعودی مفتی اعظم شیخ عثیمین کتاب الشرح الممتع (لنک) میں لکھتا ہے:

الأَمَةُ- ولو بالغة- وهي المملوكة، فعورتها من السُّرَّة إلى الرُّكبة، فلو صلَّت الأَمَةُ مكشوفة البدن ما عدا ما بين السُّرَّة والرُّكبة، فصلاتها صحيحة، لأنَّها سترت ما يجب عليها سَتْرُه في الصَّلاة.

ترجمہ:

ایک باندی، چاہے وہ بالغ ہو اور کسی کی ملکیت میں ہو، اس کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے، اور اگر وہ اس حالت میں نماز پڑھے کہ ناف اور گھٹنے کے درمیان کے علاوہ اس کا بقیہ پورا جسم ننگا ہو، تب بھی اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ اس نے اس جگہ کو ڈھانپ رکھا ہے کہ جس کی نماز میں ضرورت ہے۔

کیا آپ کو اسلام کے عورت کے حوالے سے 2 انتہاؤوں پر جاتے دوغلے رویے نظر آتے ہیں؟

- ایک طرف مسلمان آزاد عورت کے نام پر عورت پر اتنی شدید پابندیاں لگائیں کہ وہ فقط آنکھ کھلی رکھ کر باہر نکل سکتی ہے، اور بقیہ ہاتھوں میں دستانے ہوتے ہیں اور پاؤں میں جرابیں۔
- مگر دوسری طرف کنیز باندی کے نام پر اسلام نے عورت کو اتنا ننگا کیا کہ 1400 سال تک اسلامی معاشروں میں (بشمول جناب محمد کے دور کے) سینکڑوں ہزاروں کنیز باندیاں ننگے سر اور ننگی چھاتیوں معاشرے میں پھر رہی ہوتی تھیں، ان پر آوازیں کسی جاتی تھی، لفنگا لوچر پن دکھا کر انہیں اذیت دی جاتی تھی۔

اسلام کا ظلم: مالک چاہے تو باندی سے پیدا ہونے والے اپنے ہی بیٹے/بیٹی کے نسب سے انکار کر کے انہیں ولد الحرام (حرامزادہ) بنا دے

کیا کوئی باپ واقعی اپنی اولاد کو خود حرامزادہ بنا سکتا ہے؟ اور یہی نہیں، بلکہ حرامزادہ بنا کر اپنا ہی غلام/باندی سکتا ہے؟ اور یہ ہی نہیں، غلام اور باندی بنا کر اپنے ہی بیٹے اور بیٹی کو آگے بازاروں میں نیلام کر کے پیسہ کما سکتا ہے؟

یقیناً انسان ایسا سوچ کر ہی کانپ جاتا ہے۔ مگر اسلام میں ایسا ہے کیونکہ محمد صاحب نے غلامی کے معاملے میں اہل کتاب کی موسوی شریعت کو چھوڑ کر زمانہ جاہلیت کے عرب قوانین کو اسلامی شریعت کا حصہ بنایا کیونکہ ان قوانین سے زیادہ پیسہ بنتا تھا اور جنسی ہوس پوری کرنے کے زیادہ مواقع میسر آتے تھے۔

سنن ابن ماجہ، وراثت کا بیان (لنک):

عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس بچہ کا نسب اس کے باپ کے مرنے کے بعد اس سے ملایا جائے اس طرح کہ اس کے وارث اس کے مرنے کے بعد یہ دعوی کریں کہ یہ اس کا بچہ ہے تو آپ نے اس کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ جو بچہ ایسی باندی سے ہو جو بوقت صحبت اس کی ملکیت میں تھی تو اس بچے کا نسب اس شخص سے مل جائے گا... **لیکن اگر باپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی باندی سے پیدا ہونے والے اس بچے کے نسب کا انکار کر دیا (کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے) تو پھر اس بچے کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہو گا۔**

البانی نے اس روایت پر حسن کا حکم لگایا ہے (لنک)۔

یہی روایت سنن ابو داؤد میں عمرو بن شعیب سے نقل ہوئی ہے، اور اس پر بھی حسن کا حکم ہے (لنک)

امام سرخسی اپنی کتاب مبسوط السرخسی میں لکھتے ہیں (لنک):

وولد إم الولد ثابت من المولی مالم ینفہ لأنہا فراش لہ و قال علیہ الصلاۃ والسلام الولد للفراش و لکن ینتفی عنہ بمجرد النفی عندنا

ترجمہ:

باندی سے پیدا ہونے والی اولاد کے نسب کو صرف اس وقت مالک سے جوڑا جائے گا جب وہ مالک اس کا انکار نہیں کرتا کیونکہ وہ باندی اس کے ساتھ ہمبستر ہوئی۔ پھر رسول اللہ علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا کہ بچے کا نسب مالک سے اس صورت میں نہیں جڑے گا اگر مالک اس کا انکار کر دے۔

اور امام ابن ھمام اپنی کتاب فتح القدیر میں لکھتے ہیں (لنک):

إم الولد بسبب إن ولدہا، وإن ثبت نسبہ بلا دعوۃ ینتفی نسبہ بمجرد نفیہ، بخلاف المنکوحۃ لا ینتفی نسب ولدہا إلا باللعان

ترجمہ: کنیز باندی کا بچہ، جس کی ولدیت اگر بغیر کسی ثبوت کے بھی ثابت ہو سکتی ہو، مگر اگر مالک اسکا انکار کر دے تو بچے کا نسب جاری نہ ہو گا اور یہ حکم (آزاد عورت سے کیے گئے) نکاح کے برخلاف ہے جہاں ایک بچے کی ولدیت سے اُسوقت تک انکار نہیں کیا جا سکتا جبتک کہ "لعان" کی منزل نہ طے کر لی جائے۔

اور سلفی حضرات کے پسندیدہ امام شوکانی اپنی کتاب نیل الاوطار میں لکھتے ہیں (لنک):
وروی عن إبي حنيفة والثوری وہو مذہب الهادویة إن الأمة لا يثبت فراشها إلا بدعوة الولد ولا يكفی الإقرار بالوطئ، فإن لم يدعه كان ملكا له
ترجمہ: ابی حنیفہ سے مروی ہے اور الثوری سے بھی اور یہ ھادویہ مذہب ہے کہ کنیز باندی کے بچے کا نسب باپ (مالک) کے دعوے کے بغیر ثابت نہیں ہوتا، اور فقط ہمبستری کر کے وطی کرنا کافی نہیں ہے۔ اور اگر وہ (مالک باپ) نسب کا دعوی نہیں کرتا تو پھر وہ بچہ اُس (مالک باپ) کے لیے غلام بن جائے گا۔

اور فتاوی عالمگیری، جلد 6، کتاب الدعوی (لنک) میں ہے:

اگر مسلمان کی ام ولد (وہ باندی جس سے مالک کی اولاد ہو جائے) مجوسی یا مرتد ہے تو اس کا بچہ مالک کو لازم نہیں ہے۔

انکار کی صورت میں مالک کا اپنا سگا بیٹا اور بیٹی ولد الحرام (حرامزادے) بند جاتے ہیں اور باپ اپنے ہی بیٹے/بیٹی کو بطور غلام/باندی آگے بیچ سکتا ہے۔
کیا آپ کو کسی بھی پہلو سے اپنی اولاد کو غلام/باندی بنانے کا حکم کسی علیم و حکیم اللہ کی دانشمندی کا نتیجہ نظر آ رہے ہیں؟
مسئلہ یہ ہے کہ کوئی ایسا علیم و حکیم اللہ تو موجود نہ تھا، بلکہ محمد صاحب اپنی طرف سے وحی کا ڈرامہ کر رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے زمانے کے کفار کے غلامی کے اصولوں کو اللہ کے نام پر جاری کر دیا۔
اگر محمد صاحب کفار کی بجائے یہود و نصاری کے غلامی کی اصولوں کی ہی پیروی کر لیتے تب بھی اسلامی شریعت میں اپنی ہی اولاد کو غلام/باندی بنا لینے کے احکامات نہ آ پاتے۔

مالک کی مرضی ہے وہ جب چاہے غلام سے اسکی بیوی چھین کر اسکے ساتھ سیکس شروع کر دے

نہ صرف یہ کہ نکاح جیسی ضرورت پوری کرنے کے لیے غلام اپنے مالک کے پورے رحم و کرم پر ہے، بلکہ نکاح کے بعد بھی مالک کی مرضی ہے کہ وہ جب چاہے بیوی بچوں کو علیحدہ بیچ ڈالے اور غلام کے خاندان کا شیرازہ بکھیر دے۔ اور جب چاہے غلام کی بیوی کو اس سے چھین کر اسکے ساتھ سیکس شروع کر دے۔

صحیح بخاری، کتاب النکاح (لنک، تصویری امیج)
وَقَالَ أَنَسٌ: {وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ} ذَوَاتُ الأَزْوَاجِ الْحَرَائِرُ حَرَامٌ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ لاَ يَرَى بَأْسًا أَنْ يَنْزِعَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهُ مِنْ عَبْدِهِ.
ترجمہ:

حضرت انس بن مالک نے فرمایا: قرآنی آیت "وماملکت ایمانکم (سورۃالنساء)" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کی لونڈی اسکے غلام کے نکاح میں ہو تو اس کو غلام سے لے کر خود اپنی بیوی بنا سکتا ہے۔

کیا یہ ہی غلاموں کے وہ حقوق ہیں کہ جن کا اسلام ڈھنڈھورا پیٹتا ہے؟

کنیز باندی کو اسکے کچھ ماہ کے چھوٹے بچے سے علیحدہ کرکے بیچ دینا

ولا يفرق بين الام وولدها في البيع حتى يثغر

اور کنیز عورت کو بچے سے علیحدہ کرکے اس وقت تک نہ بیچا جائے جبتک بچے کے دو دانت نہ نکل آئیں

(الرسالہ، فقہ امام مالک)

یہ ایک لائن کا چھوٹا سا فتویٰ نہیں، بلکہ یہ مسلمانوں کی 1400 سالہ تاریخ ہے۔ وہ تاریخ کہ جس میں اسکی وجہ سے لاکھوں نہیں بلکہ کڑوڑوں کنیز ماؤں اور غلام باپوں کو 1400 سالوں میں انکے بچوں سے جدا کر ڈالا گیا۔ کنیز ماں کو تو پھر بچے کے 2 دانت نکلنے تک بچے کے ساتھ رہنے دیا گیا، مگر غلام باپ کو تو یہ حق بھی نہ دیا گیا، اور باپ کو تو بچے کی پیدائش سے قبل یا فوراً بعد جب جی چاہا بیچ ڈالا۔ غلام ماں باپ کا کوئی خاندان نہیں، کوئی اولاد پاس نہیں جو بڑھاپے میں انکا سہارا بنے۔ بلکہ دشمن کے بوڑھے افراد کو تو ایسے ہی قتل کر دیا جاتا تھا کیونکہ وہ بطور غلام کام کے قابل نہیں ہوتے اور نہ ہی انہیں بیچ کر پیسے ملتے بلکہ الٹا وہ مالک پر بوجھ ہوتے۔

سنن ترمذی، کتاب، کتاب السیر:

> حضرت سمرۃ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: **"مشرکین کے عمر رسیدہ (ضعیف بوڑھے) افراد کو قتل کر دو البتہ ان کے (نابالغ) بچوں کو زندہ رہنے دو۔"** (امام ترمذی نے اس روایت کو 'حسن صحیح غریب' کہا ہے اور لکھا ہے کہ یہی حدیث حجاج نے قتادہ سے بھی روایت کی ہے)۔

امام عبداللہ ابن ابی زید اپنے مالکی فقہ کے رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

ولا یفرق بین الام وولدہا فی البیع حتی یثغر.

ترجمہ:

اور کنیز کا مالک اپنی اس کنیز عورت کو اپنے بچے سے علیحدہ اس وقت تک کسی اور کے پاس نہیں بیچ سکتا جبتک کہ اس چھوٹے بچے کے دو دانت نہ نکل آئیں۔

یہی بچوں سے علیحدہ کر کے ان کی ماوؤں کو بیچنے کی بات اس حدیث میں موجود ہے:

سنن ابن ماجہ (لنک):

جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ كُنَّا نَبِيعُ سَرَارِيَنَا وَأُمَّهَاتِ أَوْلَادِنَا وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِينَا حَيٌّ لَا نَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا.

ترجمہ:

صحابی جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم اپنی باندی عورتوں اور ام الولد باندیوں کو رسول اللہ کے عہد میں (بچوں سے علیحدہ کر کے) بیچ ڈالتے تھے، اور ہم انہیں بیچنے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس روایت کو بھی سعودی مفتی البانی نے "صحیح" قرار دیا ہے (لنک)

یہ ایک لائن کا چھوٹا سا فتویٰ نہیں، بلکہ یہ مسلمانوں کی 1400 سالہ تاریخ ہے۔ وہ تاریخ کہ جس میں اسکی وجہ سے لاکھوں نہیں بلکہ کڑوڑوں کنیز ماوؤں اور غلام باپوں کو 1400 سالوں میں انکے بچوں سے جدا کر ڈالا گیا۔ کنیز ماں کو تو پھر بچے کے 2 دانت نکلنے تک بچے کے ساتھ رہنے دیا گیا، مگر غلام باپ کو تو یہ حق بھی نہ دیا گیا، اور باپ کو تو بچے کی پیدائش سے قبل یا فوراً بعد جب جی چاہا بیچ ڈالا۔ غلام ماں باپ کا کوئی خاندان نہیں، کوئی اولاد پاس نہیں جو بڑھاپے میں انکا سہارا بنے۔ بلکہ دشمن کے بوڑھے افراد کو تو ایسے ہی قتل کر دیا جاتا تھا کیونکہ وہ بطور غلام کام کے قابل نہیں ہوتے اور نہ ہی انہیں بیچ کر پیسے ملتے بلکہ الٹا وہ مالک پر بوجھ ہوتے۔

سنن ترمذی، کتاب، کتاب السیر (لنک):

عن سمرۃ بن جندب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقتلوا شیوخ المشرکین واستحیوا شرخہم والشرخ الغلمان الذین لم ینبتوا قال ابو عیسی ہذا حدیث حسن صحیح غریب ورواہ الحجاج بن ارطاۃ عن قتادۃ نحوہ

ترجمہ: حضرت سمرۃ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "مشرکین کے عمر رسیدہ (ضعیف بوڑھے) افراد کو قتل کر دو البتہ ان کے (نابالغ) بچوں کو زندہ رہنے دو۔"

اس روایت کے عربی لفظ "شرخ" کا مطلب وہ بچے جن کے زیرِ ناف بال نہ اگے ہوں۔

> یہ روایت کئی طریقوں سے نقل ہوئی ہے اور 'صحیح' ہے (لنک)۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو 'حسن صحیح غریب' کہا ہے اور لکھا ہے کہ یہی حدیث حجاج نے قتادہ سے بھی روایت کی ہے۔

نوٹ:

اسلام عذر خواہ ابن ماجہ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے باندی اور اس کے بچے میں جدائی حرام کی ہے:

سنن ابن ماجہ (لنک):

> ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو ماں بیٹے، اور بھائی بھائی کے درمیان جدائی ڈال دے۔
> تخریج الحدیث: (ضعیف) » (سند میں ابراہیم بن اسماعیل ضعیف راوی ہیں)

ان اسلام عذر خواہوں کی بددیانتی یہ ہے کہ یہ ساتھ میں یہ نہیں بتاتے کہ یہ روایت باندی اور اس کے بچے کے متعلق نہیں ہے، بلکہ آزاد ماں اور بیٹے کے متعلق ہے، اور دوسرا یہ کہ یہ روایت خود ان کے اپنے سٹینڈرڈز کے حساب سے ضعیف ہے۔

مالک اپنے غلام کو مار مار کر قتل کر دے تب بھی مالک پر کوئی حد نہیں

الامان۔۔۔

1. چاروں ائمہ متفق ہیں کہ مالک اپنے غلام کو قتل کر دے تو اس پر کوئی دیت ہے اور نہ ہی کوئی قصاص۔
2. تین امام کہتے ہیں کہ کسی دوسرے شخص کے غلام کو بھی کوئی آزاد مسلمان قتل کر دے تو اس پر قصاص میں وہ آزاد شخص قتل نہیں کیا جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ آزاد اور غلام کے رتبے میں فرق ہے۔
3. تینوں ائمہ کے نزدیک کسی دوسرے کے غلام کے قتل کی سزا یہ ہے کہ 'آدھی' دیت کی رقم بطور جرمانہ ادا کر دی جائے۔ اور یہ آدھی دیت اس مقتول غلام کے بیوی بچوں کو نہیں ملے گی بلکہ غلام کے مالک کو ملے گی۔

امام ابو حنیفہ کے مطابق اگر مالک اپنے غلام کو قتل کر دیتا ہے تو جواب میں مالک کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب الہدایہ میں ہے (لنک):

ولایقتل الرجل بعبدہ ولامدبرہ ولا مکاتبہ ولا بعبد ولدہ
ترجمہ: آزاد مرد کو اپنے غلام کو قتل کرنے کے جرم میں جواباً قتل نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی مدبر غلام کو قتل کرنے پر اور نہ ہی مکاتب غلام کے قتل کرنے پر۔

بقیہ تین آئمہ حنبلی، مالکی اور شافعی کے نزدیک اپنے غلام کے ساتھ ساتھ اگر آزاد مسلمان کسی دوسرے شخص کے غلام کو بھی قتل کر ڈالتا ہے تب بھی اسکو قصاص میں قتل نہیں کیا جا سکتا۔

امام القرطبیؒ نے اپنی مشہور تفسیر (آیت 2:178) کے ذیل میں اس سلسلے میں فقہاء کی آراء کو جمع کر دیا ہے (لنک):

والجمهور من العلماء لا يقتلون الحر بالعبد، للتنويع والتقسيم في الآية. وقال أبو ثور: لما اتفق جميعهم على أنه لا قصاص بين العبيد والأحرار فيما دون النفوس كانت النفوس أحرى بذلك...
ترجمہ: اور جمہور علماء کا مؤقف ہے کہ آزاد مسلمان کو کسی بھی غلام کے قتل کرنے کے جواب میں ہرگز قتل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اوپر موجود آیت میں ان آزاد اور غلام کی تقسیم یوں کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ ابو ثور نے کہا: اور علماء کی اکثریت کا اس پر اتفاق ہے کہ غلاموں اور آزاد مردوں کے درمیان کوئی قصاص نہیں ہے کیونکہ غلام رتبے میں آزاد مردوں سے کم ہیں۔۔۔

اور امام عبداللہ ابن ابی زید (جنہیں چھوٹا امام مالک بھی کہا جاتا ہے)، وہ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

ولا يقتل حر بعبد ويقتل به العبد ولا يقتل مسلم بكافر ويقتل به الكافر ولا قصاص بين حر وعبد في جرح ولا بين مسلم وكافر۔۔۔ ومن قتل عبدا فعليه قيمته
ترجمہ: ایک آزاد مرد کو ایک غلام کے قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی غلام کسی آزاد شخص کو قتل کر دے تو غلام کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر آزاد شخص نے مار مار کر کسی غلام کو زخمی کر دیا ہے تو اس پر کوئی تلافی نہیں۔ اسی طرح آزاد شخص نے کسی کافر کو زخمی کر دیا ہے تو اس پر بھی کوئی تلافی نہیں۔۔۔ اگر کسی نے کسی دوسرے شخص کے غلام کو قتل کر دیا ہے تو صرف اس غلام کی قیمت ادا کی جائے گی۔

اور امام شافعی کتاب الام میں لکھتے ہیں (لنک):

وكذلك لا يقتل الرجل الحر بالعبد بحال، ولو قتل حر ذمي عبدا مؤمنا لم يقتل به۔
ترجمہ: اور کوئی آزاد شخص ایک غلام کو قتل کرنے پر کسی بھی صورت قتل نہیں کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اگر ایک آزاد کافر ذمی بھی ایک مسلمان غلام کو قتل کر دے تو تب بھی اس ذمی کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

اور فقہ کی کلاسیکل کتاب 'عمدۃ السالک وعدۃ الناسک' میں درج ہے (لنک):

ولا تجب الدیۃ بقتل الحربي والمرتد ومن وجب رجمہ بالبینۃ او تحتم قتلہ فی الحاربۃ ولا علی السید بقتل عبدہ.
ترجمہ: اگر کسی حربی شخص (ایسی قوم کا شخص جن کی مسلمانوں سے دشمنی ہے) کو قتل کر دیا ہے تو اس پر دیت کی رقم ادا کرنے کی بھی ضرورت نہیں، اور مرتد کے قتل پر بھی دیت نہیں، اور پتھروں سے رجم ہونے والے کی بھی دیت نہیں، اور اسکی بھی دیت نہیں جسے جنگ کے دوران قتل کرنا لازمی تھا، اور ایک مالک پر اپنے غلام کو قتل کر دینے پر بھی کوئی دیت نہیں۔

اور حنبلی فقہ کی مشہور کتاب الانصاف میں لکھا ہے (لنک):

وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ وَلَوْ ارْتَدَّ وَلَا حُرٌّ بِعَبْدٍ هَذَا الْمَذْهَبُ بِلَا رَيْبٍ وَعَلَيْهِ الأصحاب
ترجمہ: ایک مسلمان کو کسی کافر کے قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا، حتیٰ کہ وہ اسلام سے پھر کر مرتد ہی کیوں نہ ہو گیا ہو۔ اور اسی طرح آزاد شخص کو غلام کو قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ ہی بلا شک و شبہ صحیح مذہب ہے جس پر صحابہ کا ایمان تھا۔

صحیح بخاری، کتاب النکاح (لنک):

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "لاَ يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ، ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ".
ترجمہ: ۔۔۔ رسول اللہ فرماتے ہیں: کوئی اپنی بیوی کو ایسے نہ مارے جیسا کہ وہ اپنے غلام کو مارتا ہے اور پھر دن کے آخر میں (یعنی رات کو) اسی سے جماع کرے۔

نوٹ:

اسلام سے ہزار سال قبل ہی قدیم یونان میں اگر کوئی شخص دوسرے کے غلام پر تشدد کرتا تو اس کا مالک جرمانہ وصول کر سکتا تھا۔ اگر کوئی شخص اپنے غلام پر ظلم کرتا تو کوئی بھی آزاد شہری اس معاملے کو عدالت تک لے جا سکتا تھا۔ سقراط کہتا ہے کہ سوائے قانونی تفتیش کے کسی بھی غلام کو موت کی سزا نہ دی جا سکتی تھی۔ ایتھنز میں ڈریکو کے آئین کے تحت غلام کو قتل کرنے کی سزا بھی موت ہی مقرر کی گئی (لنک)۔

نوٹ:

اسلام عذر خواہ عام عوام کو دھوکہ دینے کے لیے 2 روایات پیش کرتے ہیں جو کہتی ہیں کہ غلام کو قتل کر دینے پر آزاد مسلمان کو بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ دونوں روایات "ضعیف" ہیں۔ اسی وجہ سے چاروں ائمہ کا فتویٰ اسکے خلاف ہے۔
پہلی روایت (لنک): "رسول نے فرمایا جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اسے قتل کریں گے۔" سعودی مفتی اعظم البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے (لنک)۔
دوسری روایت (لنک): "رسول نے غلام قتل کرنے والے شخص کو 100 کوڑے مارے۔" امام البانی نے اس پر بہت ضعیف کا حکم لگایا ہے (لنک)

غلاموں کی گواہی قابل قبول نہیں

الامان۔۔۔کیا غلام انسان نہیں؟ اگر انسان ہیں تو پھر انکی گواہی قبول کیوں نہیں؟

ابن تیمیہ، فتاویٰ، جلد 35، صفحہ 409:

> امام شافعی، مالک اور ابو حنیفہ جو کہ فقہائے اسلام ہیں، کہتے ہیں کہ غلام کی گواہی قابلِ قبول نہیں۔

امام شافعی، کتاب احکام القرآن، جلد 2، صفحہ 142:

> اور گواہی ہم آزاد مردوں کی طرف سے ہونی چاہیے، غلاموں کی طرف سے نہیں، اور آزاد مرد بھی وہ جن کا تعلق ہمارے دین سے ہو (یعنی غیر مسلم کی گواہی قابل قبول نہیں چاہے وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو)۔
> غلام اور کنیز اپنی مرضی سے شادی نہیں کر سکتے

امام عبداللہ ابن ابی زید اپنے مالکی فقہ کے رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

> ولا تجوز شہادۃ المحدود ولا شہادۃ عبد ولا صبی ولا کافر
>
> ترجمہ:
> ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں جس پر حد جاری ہوئی ہو، یا پھر غلامی کی گواہی، یا پھر کمسن بچے کی گواہی یا پھر کافر کی گواہی قابل قبول نہیں۔

ایک حدیث میں ایک واقعہ ایسا ملتا ہے جہاں رسول اللہ کے سامنے ایک باندی عورت نے بچوں کو دودھ پلانے (رضاعت) کے معاملے میں گواہی دی تھی جسے رسول نے قبول کیا تھا۔ لیکن علماء کے نزدیک یہ استثنائی معاملہ تھا جہاں ایسے چھوٹے معاملات میں ایک آزاد یا غلام عورت کی گواہی قابل قبول ہوتی ہے جو کہ عورت کے جسم کے متعلق ہوتے ہیں۔ مثلاً باندی عورت کہے کہ وہ حیض سے پاک ہے تو اس کا نیا مالک اس کی گواہی قبول کر کے اس سے مباشرت کر سکتا ہے۔

اس ایک واقعہ کے علاوہ قرآن یا لاکھوں حدیثوں میں ایک بھی ایسا واقعہ درج نہیں جہاں غلاموں کی گواہی کا ذکر ہو۔ یہ خود ثبوت ہے کہ اسلام میں غلام کی گواہی قابل قبول نہیں۔

اور اگر کسی صورت مان بھی لیا جائے کہ اللہ غلام کی گواہی کو قبول کرتا ہے، تو پھر اللہ پر "انتہائی غیر ذمہ داری" کا الزام آتا ہے کہ اللہ نے اپنی تعریفیں بیان کر کر کے قرآن کے 30 سپارے بھر دیے، مگر غلاموں و باندیوں کے حقوق کے متعلق ڈھنگ سے ایک صفحہ بھی قرآن میں نازل نہ کر سکا، جس کا خمیازہ اگلے 1400 سالوں تک کڑوڑوں غلاموں اور باندیوں کو بھگتنا پڑا اور انکی گواہیاں قبول نہ ہوئیں۔

اگر غلام نے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کی تو زنا کے جرم میں اسے کوڑے مارے جائیں گے

غلاموں کی کوئی "پرائیویٹ" زندگی نہیں، کیونکہ اسلام کے مطابق وہ "انسان" ہی نہیں، بلکہ جانوروں اور انسانوں کے درمیان کوئی شے ہیں۔

سنن ابو داؤد، کتاب النکاح (لنک):

> حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ "إِذَا نَكَحَ الْعَبْدُ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلاَهُ فَنِكَاحُهُ بَاطِلٌ"
>
> عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے“۔

سنن ترمذی (لنک):

> قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إیما عبد تزوج بغیر إذن موالیه فهو عاهر
>
> ترجمہ: جس نے مالک کے اذن کے بغیر شادی کی، وہ زانی ہے۔

تمام مسلمان فقہاء کا اس پر اجماع ہے۔ امام ابن قیم، امام ابن حزم، ابن تیمیہ، امام مالک، ان سب نے لکھا ہے کہ اگر غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کرتا ہے تو یہ زنا ہے اور غلام کو سزا میں کوڑے مارے جائیں گے، اسے اسکی بیوی سے علیحدہ کر دیا جائے گا، اور وہ عورت بھی زانیہ ٹھہرے گی کیونکہ رسول اللہ کا فرمان ہے کہ جس نے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کی وہ فاحشہ ہے۔

کیا اب بھی مسلمان دعویٰ کرتے رہیں گے کہ اسلام نے غلاموں کو تمام "انسانی حقوق" عطا کیے ہیں؟

غلاموں کے فرار روکنے کے لیے اسلام کے ظلم کی وہ انتہا کہ جہاں کوئی دوسرا نہ پہنچ پایا

تاریخ میں ہر جگہ فرار ہو جانے والے غلاموں پر بہت جسمانی ظلم کیا جاتا تھا، تاکہ وہ ایک نمونہ بن سکے اور دوسرے غلام ظلم برداشت کرتے رہیں، مگر فرار یا بغاوت کا نہ سوچیں۔ لیکن فرار کے نام پر ظلم کے جو دریا اسلام نے بہائے، اس انتہا پر کوئی دوسرا نہ پہنچ پایا۔ غلاموں کے فرار اور بغاوت کو روکنے کے لیے محمد صاحب نے ظلم کا ”دہرا“ نظام تخلیق کیا۔

پہلا نظام: مالک کو اجازت دی کہ وہ دیگر جسمانی سزاوؤں کے ساتھ ساتھ مفرور غلام کو "ذبح" بھی کر ڈالے تو یہ سزا بھی حلال اللہ ہے۔ جریر نامی صحابی نے اپنے فرار ہونے والے غلام کو ذبح کر ڈالا تھا۔

دوسرا نظام: مگر فرار اور بغاوت کا راستہ روکنے کے لیے محمد صاحب نے ساتھ میں "نفسیاتی ہتھکنڈہ" بھی اپنایا کہ جو غلام بھی فرار ہونے کی کوشش کرے گا، تو وہ لاکھ نمازیں پڑھے مگر اللہ اس کی نماز قبول نہ کرے گا، بلکہ اللہ کی نظر میں وہ کافر اور مرتد ٹھہرے گا، اور قیامت میں دوزخ کی ابدی آگ میں جلایا جائے گا۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان (لنک):

> حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، - يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ - عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَرِيرٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ " أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ مِنْ مَوَالِيهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ "
>
> ترجمہ:
>
> جریر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: "جو غلام بھی اپنے مالک سے بھاگ جائے، تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا، حتیٰ کہ وہ واپس اپنے مالک کے پاس نہ آ جائے۔

سنن نسائی، کتاب تحریم الدم میں ہے کہ صحابی جریر نے اپنے فرار ہو جانے والے غلام کی گردن ذبح کر کے اتار دی (لنک):

> عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم " إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاَةٌ وَإِنْ مَاتَ مَاتَ كَافِرًا " . وَأَبَقَ غُلاَمٌ لِجَرِيرٍ فَأَخَذَهُ فَضَرَبَ عُنُقَهُ .
>
> ترجمہ:
>
> رسول اللہ فرماتے ہیں: "اگر کوئی غلام فرار ہو جاتا ہے، تو اسکی نماز قبول نہ ہو گی، اور اگر وہ مر گیا تو وہ کفر کی موت مرے گا (چاہے وہ کلمہ شہادت پڑھتا رہے)۔ جریر کا ایک غلام بھاگ گیا۔ تو جب وہ پکڑا گیا تو جریر نے اسے ذبح کر کے اسکی گردن اتار دی۔
>
> سنن نسائی کی اس روایت پر محدثین نے "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)

انسانی شعور نے بیسویں صدی میں جا کر غلامی سے نجات حاصل کی۔ مگر کیا آپ کو علم ہے کہ انسانی تاریخ میں غلامی کے خلاف پوری دنیا میں 200 کے قریب بڑی تحریکیں چلیں۔ ان سب کی تفصیل آپ اس لنک پر پڑھ سکتے ہیں۔

https://en.wikipedia.org/wiki/Timeline_of_abolition_of_slavery_and_serfdom

مگر محمد صاحب نے غلامی کو حلال اللہ اور شریعت کا قانون بنا کر انسانی شعور کو یوں موت کے گھاٹ اتارا کہ اسلام کی 1400 سالہ تاریخ میں وسیع و عریض اسلامی سلطنت میں کبھی بھی غلامی کے خلاف ایک تحریک بھی سر نہ اٹھا سکی۔

ان 200 تحریکوں کی طویل لسٹ میں ایک بھی مسلم تحریک موجود نہیں۔ کیا یہ کوئی تعجب کی بات ہے؟

غلام کو مرتے وقت وصیت کا حق نہیں کیونکہ اسے جائیداد رکھنے کا حق نہیں

ابن حزم جلد 6، حصہ 9 میں لکھتا ہے (لنک)

> غلام کو مرتے وقت وصیت لکھنے کا حق نہیں اور نہ ہی وہ کوئی بھی چیز کسی دوسرے کے نام کر سکتا ہے کیونکہ اس کے تمام ترکے پر مالک کا حق ہے۔

اسلام عذر خواہ: مغرب کے انسانیت کے علمبرداروں نے فقط اس لیے غلامی کا خاتمہ کیا کیونکہ مشینی انقلاب آ چکا تھا اور غلاموں کی ضرورت نہ رہی تھی

یہ عقل سے عاری دلیل اور فقط بہتان تراشی ہے۔ یقینی طور پر یورپ میں غلامی کے خلاف تحریک کا مشینی انقلاب سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یورپ نے 15 ویں صدی کے بعد مذہب سے چھٹکارا پانا شروع کر دیا اور اسی وقت سے غلامی کے خلاف تحریک بھی یورپ میں زور پکڑتی گئی (لنک)۔

یہ یورپ میں غلامی کے خلاف چلنے والی تحریکوں کی طویل لسٹ ہے۔ مگر مسلمانوں کے لیے یہ انتہائی شرم و ذلت کا مقام ہے کہ اس پوری طویل لسٹ میں غلامی کے خلاف ایک بھی تحریک مسلمانوں کی طرف سے نہیں اٹھی۔

اس طویل لسٹ میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یورپ کے کئی علاقوں اور ممالک نے 17 ویں اور 18 ویں اور 19 ویں صدی میں ہی غلامی سے نجات حاصل کر لی تھی۔ جبکہ 'پوری دنیا' میں غلامی کا خاتمہ فقط 20 ویں صدی میں جا کر ممکن ہوا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ بیسویں صدی تک یورپی اقوام بہت مضبوط ہو چکی تھیں اور انہوں نے تقریباً پوری دنیا اور اسلامی ممالک پر قبضہ کر لیا تھا۔ چنانچہ فقط اسکے بعد انہیں کامیابی ہوئی کہ وہ پوری دنیا سے اس لعنت کا خاتمہ کر سکیں۔

اور یقینی طور پر بیسویں صدی کے آغاز میں اتنی زیادہ آٹومیشن نہیں ہوئی تھی کہ غلاموں اور مزدوروں کی ضرورت ختم ہو جائے۔ بلکہ اسکا الٹ درست ہے کہ صنعتی انقلاب کے بعد تو لیبر ورک کے لیے غلاموں اور مزدوروں کی مانگ میں کئی گنا زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔

افسوس کہ اسلام عذر خواہ خود تو کوئی انسانیت والا کام نہیں کر سکتے، مگر جو دوسرے لوگ انسانیت کی بھلائی اور خدمت کریں، تو اس میں وہ ہزار کیڑے نکال سکتے ہیں۔

عراق میں غلامی: کیا داعش قصوروار؟

ایک چیز ہے مسئلہ۔ اور دوسری چیز ہے "ام المسائل" (مسئلوں کی ماں)

ام المسائل وہ کہ جس کے بطن سے یہ سارے مسئلے و فتنے پھوٹ رہے ہوتے ہیں۔

یزدی عورتوں کے باندیاں بنانے پر سارا قصور داعش کے سر پر ڈال دیا گیا۔ حالانکہ یہ داعش نہیں، بلکہ 100 فیصد اصل قصور وار بذاتِ خود مذہب ہے۔

داعش کھل کر کہتی ہے کہ جو مسلمان کہتے ہیں کہ آج غلامی ختم ہو چکی ہے، تو ایسے مسلمان پکے 'کافر' ہو چکے ہیں کیونکہ وہ اللہ کی شریعت میں سے ایک 'حلال اللہ' کو اپنی جانب سے 'حرام' کر رہے ہیں۔

یہ داعش نہیں، بلکہ بذاتِ خود اللہ کا دعویٰ ہے کہ "شریعت" بنانے والا فقط اللہ ہے، اور کسی کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ شریعت میں کوئی رد و بدل کرے۔ اور جو ایسا کرے گا، تو وہ تو پکا کافر ہے۔

> (المائدۃ: ۴۴) اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ کافر ہیں
> (المائدۃ: ۴۵) اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں
> (المائدۃ: ۴۷) اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ فاسق ہیں

داعش کی اس دلیل کے سامنے سارے مسلمان بے بس ہیں۔ انکے پاس دور دور تک کوئی جواب نہیں۔

وارننگ: اسلامی ریاست قائم ہوتے ہی غلامی دوبارہ جاری ہو جائے گی

یاد رکھئے! جب بھی اس دنیا میں کہیں اسلامی خلافت قائم ہوئی، تو 'جہاد' پھر سے جاری ہو گا۔ اور جہاد کے ساتھ لازمی طور پر غلامی بھی دوبارہ وہی عروج حاصل کرے گی جو اسلام کی 1400 سالہ تاریخ میں اسے حاصل رہا۔

اسلام کے مطابق صرف اللہ کو حق ہے کہ وہ شریعت کو بنائے اور اس میں کوئی رد و بدل کرے۔ اگر کوئی مسلمان اگر آج شریعت کے اصولوں میں تبدیلی کرتا ہے، تو وہ کافر ہے۔ چونکہ غلامی کو اللہ نے اسلامی شریعت میں حلال کیا ہے، چنانچہ کسی انسان کو حق حاصل نہیں کہ اس حلال اللہ کو حرام کرے۔ اسی وجہ سے داعش ان مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں جو غلامی پر پابندی کے قائل ہیں۔

یہی اصول آپ کو سعودیہ کے مفتی شیخ صالح الفوزان کے فتوے میں ملے گا، جہاں وہ کھل کر کہہ رہا ہے کہ جہاد کے جاری ہوتے ہی غلامی بھی جاری ہو جائے گی،

اور جو اسکی مخالفت کرے گا، وہ کافر ہے۔ (شیخ صالح الفوزان سعودیہ کی مفتیوں کے اس بورڈ کے ممبر ہیں جو سعودیہ میں سب سے بلند ترمذہبی ادارہ تسلیم کیا جاتا ہے)۔

https://en.wikipedia.org/wiki/Saleh_Al-Fawzan

In the tape he was quoted as saying, "Slavery is a part of Islam ... Slavery is part of jihad, and jihad will remain as long there is Islam." As for the modernist interpretation that Islam totally abolished slavery, he dismissed its exponents saying, "They are ignorant, not scholars. ... Whoever says such things is an infidel."

غلامی کا دھبہ
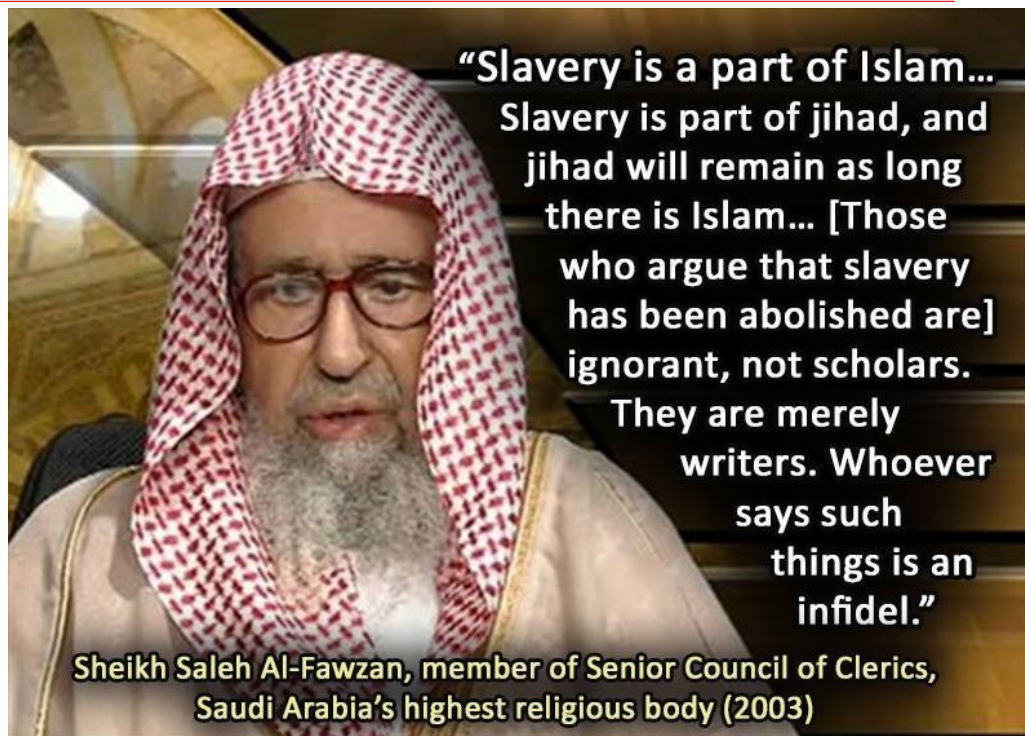
جب کبھی سوال اٹھایا جاتا ہے کہ اسلام نے غلامی کو یکلخت کیون نہیں ختم کیا، تو جواب ملتا ہے کہ اُس وقت کی معیشت کا انحصار غلاموں اور لونڈیوں پر تھا اور اس طریق عمل سے عرب میں شدید خانہ جنگی شروع ہو جاتی۔ لہٰذا آنحضرت نے غلامی کا رواج جاری رکھا اور آخری سانس تک اس قبیح اور غیر انسانی رسم کا خاتمہ نہ کیا۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ آنحضرت بذاتِ خود کیوں اس غیر انسانی قبیح رسم سے تاحیات استفادہ حاصل کرتے رہے؟ اگر آپ ذاتی طور پر ہی غلامی سے برات کا اظہار کر دیتے تو شاید اسلام کے نام پر یہ دھبہ نہ لگتا۔

مسلم دعویٰ: اسلام نے غلاموں کو انسانی حقوق دیے

غلام کو کھانا کھلا دینا غلاموں کو انسانی حقوق دینے میں نہیں آتا۔ وہ تو انسان گھر کے پالتو جانوروں کو بھی کھانا کھلانے وغیرہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

جبکہ بنیادی انسانی حقوق وہ ہوتے ہیں جو سب انسانوں کو برابری کے درجے پر رکھ کر دیے جاتے ہیں۔

سچائی یہ ہے کہ اسلام نے غلاموں اور باندی عورتوں کو انکے انسانی حقوق نہیں دیے، بلکہ ان کے "بنیادی انسانی حقوق" کو سلب کر کے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں۔ یہ ایک طویل فہرست ہے کہ جہاں جہاں اسلام غلام اور باندیوں کے بنیادی انسانی حقوق سلب کر رہا ہے۔

اگر غلامی کا خاتمہ ممکن نہ تھا، تو کم از کم اسلام انہیں یہ 'بنیادی انسانی حقوق' ہی دے دیتا

مسلمانوں کا بہانہ ہوتا ہے کہ اُس وقت کے حالات کے تحت غلامی کا خاتمہ ممکن نہ تھا۔ چنانچہ ہمارا سوال ہے کہ اگر غلامی کا مکمل خاتمہ نہ بھی کیا جاتا، تب بھی غلاموں اور باندیوں کو بنیادی انسانی حقوق دینے میں کونسی رکاوٹ تھی جو اسلام اس میں بھی ناکام رہا؟ مثلاً:

- پیغمبر اسلام یہ حکم دے دیتے کہ کنیز باندیوں کے جو ایک مرتبہ سیکس بالجبر کرے گا، تو وہ عارضی جنسی تعلق کے بعد انہیں آگے نہیں بیچ سکتا۔ کسی صحابی نے پیغمبر اسلام کے اس حکم کی مخالفت نہیں کرنی تھی کیونکہ یہود و نصاریٰ میں یہ احکام پہلے سے موجود تھے جہاں ایک مرتبہ کنیز باندی سے سیکس بالجبر کے بعد اس کنیز باندی کی حیثیت بیوی کی طرح کی ہو جاتی تھی اور اسے آگے نہیں بیچا جا سکتا تھا۔ مسلمان مستقل طور پر یہودیوں اور عیسائیوں کے اس مذہب معاشرے کا مطالعہ کرتے تھے کیونکہ یہ مسلمانوں کے آس پاس آباد تھے۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام تو یہ تک نہیں کر سکے۔ وجہ یہ نہیں تھی کہ اسکے پاس طاقت نہیں تھی۔ بلکہ وجہ یہ تھی کہ پیغمبر اسلام کی 'نیت' نہیں تھی۔

• پیغمبر اسلام چاہتے تو کنیز باندیوں کو وہ آزاد مسلم عورتوں کی طرح حجاب کرنے کی اجازت دے سکتے تھے۔ اس میں دور دور تک کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ مگر ہوا یہ کہ اسلامی ریاست میں اگر کوئی کنیز باندی غلطی سے حجاب لے لیتی تھی تو اسلامی شریعت کے مطابق سوٹیاں مار مار کر اسکے سر سے حجاب کھینچ لیا جاتا تھا۔

• پیغمبر اسلام چاہتے تو وہ حکم دے سکتے تھے کہ کنیز باندیوں کو ننگے پستانوں سینکڑوں مردوں کے درمیان کھڑا کر کے انکی نیلامی نہ کرو۔ وہ کنیز باندیوں کے ستر میں ننگے سینے ڈھانپنے کا حکم جاری کر سکتے تھے اور صحابہ نے اس پر کوئی بغاوت نہیں کرنی تھی۔ مگر نہیں، انہوں نے یہ بھی نہیں کیا۔

• اسی طرح وہ غلاموں کو حق دے سکتے تھے کہ انکی گواہی عدالت میں قابل قبول ہے۔ اس پر بھی صحابہ نے کوئی بغاوت نہیں کرنی تھی۔

• وہ غلاموں کو حق دے سکتے تھے کہ انکا آقا انہیں مار پیٹ نہیں سکتا، انکا قتل نہیں کر سکتا۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام نے شریعت دی تو یہ دی کہ اگر مالک اپنے غلام کو قتل کر ڈالے تو مالک پر کوئی حد نہیں ہے۔

• پیغمبر اسلام حکم دے سکتے تھے کہ غلاموں کو خود سے اپنی شادی کرنے کی اجازت ہے۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام نے حکم دیا جو غلام خود سے نکاح کرے، اس نے زنا کیا اور اسکو زنا کی پاداش میں کوڑے مارے جائیں گے۔

• پیغمبر اسلام حکم دے سکتے تھے کہ غلاموں کے پیدا ہونے والے بچے پیدائشی آزاد ہوں گے۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام نے الٹا حکم دیا کہ غلاموں کے بچے بھی پیدائشی غلام ہوں گے۔

• محمد حکم دے سکتے تھے کہ غلام اور کنیزیں اپنے مال اور جاگیر رکھنے کا حق رکھتے ہیں۔ مگر نہیں، انہوں نے غلاموں کا یہ حق غصب کر لیا۔

• پیغمبر اسلام حکم دے سکتے تھے کہ کسی کو پرائیویٹ غلام رکھنے کی اجازت نہیں، بلکہ تمام غلام "ریاست" کی ملکیت ہوں گے۔ (یاد رہے کہ اسلام سے سینکڑوں سال پہلے کفار معاشروں نے یہ اصلاحات کی تھیں کہ غلاموں کو فقط ریاست کی ملکیت قرار دے دیا تھا۔ مثلاً ڈریکو کے آئین میں (621 BC) غلاموں کو ریاست کی ملکیت قرار دیا گیا۔ سوائے ریاست کے اب انہیں کوئی اور موت کی سزا نہ دے سکتا تھا۔ حوالہ کے۔ ایس۔ لال۔ آنلائن لنک)۔

چنانچہ اگر پیغمبر اسلام غلامی کا مکمل خاتمہ نہ بھی کرتے، تب بھی پیغمبر اسلام کے لیے ہر صورت میں ممکن تھا کہ وہ غلاموں کو یہ حقوق دے دیتے۔ ان حقوق کا نہ دیا جانا اسلامی شریعت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے جس سے وہ کبھی اپنا دامن نہیں بچا سکتی۔

پیغام بس اتنا ہی ہے کہ اپنے اندر اٹھتی انسانیت کی چیخوں کی آوازوں کو سنیے۔ فقط ناموسِ مذہب کی خاطر انکا گلا نہ گھونٹیے۔

اسلام میں غلامی کے قوانین یہود و نصاریٰ کے کلچر اور عرب کلچر کا ملغوبہ تھے

مسلمان علماء دوسرا دھوکا یہ دیتے ہیں کہ وہ غلامی کے نام پر فقط کفارِ عرب سے اسلام کا تقابل کر رہے ہوتے ہیں۔ نہیں، اسوقت سرزمینِ عرب پر فقط کفار ہی موجود نہ تھے، بلکہ یہودی اور عیسائی بھی موجود تھے جنکے ہاں بلاشک و شبہ غلامی کی حالت اسلام میں غلاموں کی حالت سے کہیں بہتر تھی۔

• اسلام میں غلامی کے قوانین اور کچھ نہیں سوائے کفار اور اہل کتاب کی غلامی کے ملغوبہ کے (یعنی انسانیت کے حوالے سے کچھ بہتر قوانین تو اہل کتاب سے لے لیے گئے مگر بہت سے قوانین کفار کے تہذیب کے جاری رکھے گئے جن میں سے اکثریت انتہائی ظالمانہ اور انسانیت کی تحقیر و تضحیک پر مشتمل قوانین تھے)۔

• **اچھا سلوک**:

مشینوں کے حقوق نہیں ہوتے، اسی طرح غلاموں کے کوئی حقوق نہیں تھے۔ مشینوں کو تیل اور آرام اس لیئے دیا جاتا ہے کہ کارآمد رہیں، اگر مشین خراب ہو جائے تو کاٹھ کباڑ میں بیچ دی جاتی ہے، لوہے کی بھٹی میں پگھلا دیا جاتی ہے، اور کوئی اس کی بربادی پر آنسو نہیں بہاتا۔ غلاموں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا تھا، ان میں مشینوں جتنی برداشت نہیں تھی، روتے بھی تھے، خدا سے التجائیں دعائیں بھی مانگتے تھے، مگر خدا کہاں تھا؟ خدا نے گناہ سے نجات کا راگ تو خوب الاپا مگر غلامی سے نجات کے معاملے میں اس کی زبان آج تک گنگ ہے

اسلام جو غلاموں سے اچھے سلوک کا حکم دیتا ہے، تو یہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ صدیوں پہلے بہت سے کلچرز تھے جو کہ غلاموں کو حقوق دیتے تھے۔ انسانی فطرت شروع دن سے انسانی عقل کو اشارہ دیتی رہی کہ غلامی اچھی چیز نہیں۔ اور یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی مسلمانوں سے بہتر احکامات موجود تھے کہ غلاموں کو اپنا سگا بھائی سمجھو۔

عہد نامہ جدید (New Testament) کے مطابق:

> Masters were told to serve their slaves "in the same way"[88] and "even better" as "brothers",[89] to not threaten them as God is their Master as well.
> (Ref: Slavery in the New Testament)

آزادی

اسلام عذر خواہ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ اسلام نے پہلی مرتبہ غلاموں کو آزاد کرنے کی اجازت دی۔ مگر یہ غلط ہے اور اصل حقیقت یہ ہے کہ ہزاروں سال پرانی کافر تہذیبوں اور اہل کتاب میں انسانیت کے نام پر غلاموں کو آزاد کیا جاتا تھا جسکے متعلق آپ یہاں (لنک) پڑھ سکتے ہیں۔ اور حتیٰ کہ پیغمبر اسلام کے وقت کے کافر معاشرے میں بھی اچھے کام کرنے پر غلاموں کو آزاد کر دینے کا رواج موجود تھا۔ صحیح بخاری میں عروہ سے مروی ہے کہ جب ابو لہب کی لونڈی ثوبیہ نے جناب محمد کو دودھ پلایا تو ابو لہب نے انہیں آزاد کر دیا۔ حکیم بن حزام نے دور جاہلیت میں ایک سو غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا تاکہ اپنے دیوی دیوتاؤں کو خوش کر

سکے (صحیح بخاری، کتاب العتق، حدیث 2538)۔ جبکہ بنی اسرائیل میں 6 سال خدمت کے بعد غلاموں اور کنیزوں کو خود بخود اچھے طریقے سے کچھ دے دلا کر آزاد کر دینے کا حکم تھا (حوالہ : خروج باب 21، استثنا باب 15)۔ اسلام اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اور قدیم یونان میں بھی (اسلام سے ہزار سال قبل ہی) غلاموں کو اچھے سلوک کی وجہ سے آزادی دے دی جاتی تھی۔ اگر غلام کے پاس پیسہ ہوتا تھا تو وہ نہ صرف یہ کہ اپنی آزادی خرید لیتا تھا، بلکہ اپنے کئی ساتھیوں کو بھی آزاد کروالیتا تھا۔ بہت سے رومی مالک وصیت کرتے تھے کہ انکے مرنے کے بعد انکے تمام غلام آزاد ہوں گے۔ یہ رسم اتنی بڑھی کی رومی بادشاہ آگسٹس کو اس رسم پر قید لگانی پڑی۔ دوسری قید اسے یہ لگانی پڑی کہ 30 سال سے کم عمر کے غلام آزاد نہیں ہوں گے۔ (لنک)۔ اتنے بڑے پیمانے پر غلاموں کی آزادی کی مثال اسلام ایک ہزار سال کے بعد بھی پیش نہ کر سکا۔ زیادہ سے زیادہ اسلام نے ام ولد کا تصور دیا۔ یعنی یہ کہ وہ کنیز باندی جس سے بچہ پیدا ہو، وہ مالک کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔ مگر یہ تصور بھی پیغمبر اسلام محمد کا دیا ہوا نہیں، بلکہ خلیفہ دوم جناب عمر ابن الخطاب کا دیا ہوا تھا۔

مکاتبت:

اسلام عذر خواہ سب سے زیادہ مکاتبت کے حوالے سے فخر کرتے ہیں کہ اسلام کا انقلاب یہ تھا کہ وہ غلاموں کو مکاتبت کی اجازت دیتا ہے (مکاتبت یہ ہے کہ غلام اپنے مالک سے معاہدہ کرے کہ وہ محنت مزدوری کرکے مالک کو ایک مقررہ رقم ادا کرکے اپنی آزادی خرید لے گا)۔ مگر اس موقع پر یہ عذر خواہ عام مسلمان عوام کو یہ نہیں بتلا رہے ہوتے کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں کہ جس پر اسلام فخر کر سکے، بلکہ صدیوں پرانی روایت تھی جو کہ کفارِ عرب کے کلچر کا حصہ تھی اور حتیٰ کہ عرب کے کفار بھی غلاموں کو یہ حق دیتے تھے کہ وہ مکاتبت کرکے آزادی حاصل کر سکیں (لنک)۔
اور قدیم یونان میں اسلام سے ایک ہزار سال قبل ہی مکاتبت کے ذریعے غلام اپنی آزادی خرید سکتے تھے (لنک)۔
نیز اسلام کے مطابق مالک پر لازم نہیں تھا کہ وہ اپنے غلام سے ہر صورت مکاتبت کرے۔ موطاء امام مالک (لنک) :
امام مالک کہتے ہیں ہمارے نزدیک یہ حکم ہے اگر غلام اپنے مولیٰ کو کہے مجھ کو مکاتب کر دے تو مولیٰ پر ضروری نہیں خواہ مخواہ مکاتب کرے اور میں نے کسی عالم سے نہیں سنا کہ مولیٰ پر جبر ہو گا اپنے غلام کے مکاتب کرنے پر

ام ولد:

اسلام عذر خواہ "ام ولد" کنیز کی آزادی کے حوالے سے بھی فخر کرتے ہیں کہ مالک کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہوتی ہے (ام ولد ایسی کنیز کو کہا جاتا ہے جس نے مالک کے بچے کو جنا ہو)۔

پہلی بات:

یہ جھوٹ ہے کہ اسلام نے ام ولد کو آزادی دی۔ شریعت وہ ہے جو اللہ وحی کے ذریعے محمد پر نازل کرتا تھا۔ مگر اللہ نے اپنی شریعت میں کہیں بھی وحی کے ذریعے ام ولد کو آزادی نہیں دی۔ بلکہ اس معاملے میں بھی محمد صاحب موسوی شریعت کو چھوڑ کر عرب کے جاہل معاشرے کے قوانین کی پیروی کر رہے تھے کہ جہاں ام الولد کو بیچ دیا جاتا تھا۔

محمد اور ابو بکر کے بعد جب عمر خلیفہ بنے تو انہوں نے پہلی مرتبہ صحابہ کو ام ولد بیچنے سے منع کیا کیونکہ عمر کو پتا چلا کہ اُس وقت کی ترقی یافتہ اور تہذیب یافتہ تہذیبوں میں ام الولد کو بیچا نہیں جاتا تھا۔ وگرنہ پیغمبر اسلام کے زمانے میں ام ولد کو بیچ دیا جاتا تھا۔

چنانچہ یہ تو عمر ابن خطاب کی "بدعت" ہے، جہاں انہوں نے شریعت کے "حلال اللہ" (یعنی ام الولد کے بیچے جانے) پر پابندی لگا دی۔

> سنن ابو داؤد (لنک):
> عن جابر بن عبد اللہ قال بعنا إمہات الأولاد علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأبی بکر فلما کان عمر نہانا فانتہینا
> ترجمہ:
> صحابی جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے عہد میں ام الولد باندیوں کو (اپنے بچوں سے علیحدہ کر کے) بیچا کرتے تھے اور ابو بکر کے دور میں بھی، مگر پھر عمر ابن خطاب نے اپنے دور میں اس سے منع کر دیا اور پھر ہم اس سے رُک گئے۔
> سعودی مفتی البانی نے اس روایت پر "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)

یہی روایت سنن ابن ماجہ میں ایک اور صحیح طریقے سے نقل ہوئی ہے۔

> سنن ابن ماجہ (لنک):
> جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ كُنَّا نَبِيعُ سَرَارِيَنَا وَأُمَّهَاتِ أَوْلَادِنَا وَالنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِينَا حَيٌّ لَا نَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا.
> ترجمہ:
> صحابی جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم اپنی باندی عورتوں اور ام الولد باندیوں کو رسول اللہ کے عہد میں (بچوں سے علیحدہ کر کے) بیچ ڈالتے تھے، اور ہم انہیں بیچنے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے تھے۔
> اس روایت کو بھی سعودی مفتی البانی نے "صحیح" قرار دیا ہے (لنک)

دوسری بات:

اگرچہ کہ عمر ابن خطاب نے ام الولد کے بیچنے پر پابندی لگا دی تھی، مگر اس کے باوجود مالک کو حق تھا کہ خود اپنا بچہ پیدا کرنے کے بعد اپنی ام ولد باندی کو کسی اور شخص سے بیاہ دے اور اس شخص سے حق مہر کی رقم حاصل کرے اور پھر اس شخص کے بچے اپنی ام ولد سے پیدا ہونے دے۔ (فتاویٰ عالمگیری (جلد 6، لنک))

یہ خدا کی ہی شان ہے کہ مذہبی طبقات لبرلز پر طعنہ کستے ہیں کہ لبرلز نے عورت کو مارکیٹ کی ضرورت بنا دیا۔ مگر یہ مذہبی طبقات اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے جہاں انکے ہاں خواتین کی باقاعدہ جنس (commodity) کے طور پر خرید و فروخت ہو سکتی ہے۔ حتیٰ کہ جن کے بڑے بڑے نامور ایمان یافتہ صحابہ اپنے بچوں کی ماؤوں تک کو بازار میں بیچ ڈالا کرتے تھے۔

اسکے علاوہ اسلام نے اہل کتاب سے دیگر جو چیزیں نقل کیں، وہ کنیز باندی کی عدت کا مسئلہ تھا (استثنا باب 21)، بدکاری پر کنیزوں کی سزا آزاد عورت سے کم ہونے کا مسئلہ (احبار باب 19) وغیرہ شامل ہیں۔

تیسری بات:

اسلام نے تو مالک کو حق دے دیا تھا کہ وہ اپنے ہی بچے کے نسب کا انکار کر کے بچے کو باندی کا "ولد الحرام" بنا دے، اور یوں باندی کے "ام الولد" ہونے کا بھی خاتمہ ہو جائے۔

کیا کوئی باپ واقعی اپنی اولاد کو خود حرامزادے بنا سکتا ہے، اور پھر بطور غلام/ باندی آگے بیچ سکتا ہے؟

یقیناً ایسا سوچ کر ہی ہر کوئی کانپ جاتا ہے۔

مگر اسلام میں ایسا ہے کیونکہ محمد صاحب زمانہ جاہلیت کے غلامی کے اصولوں کی پیروی کر رہے تھے۔

سنن ابن ماجہ، وراثت کا بیان (لنک):

عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس بچہ کا نسب اس کے باپ کے مرنے کے بعد اس سے ملایا جائے اس طرح کہ اس کے وارث اس کے مرنے کے بعد یہ دعوی کریں کہ یہ اس کا بچہ ہے تو آپ نے اس کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ جو بچہ ایسی باندی سے ہو جو بوقت صحبت اس کی ملکیت میں تھی تو اس بچے کا نسب اس شخص سے مل جائے گا ... **لیکن اگر باپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی باندی سے پیدا ہونے والے اس بچے کے نسب کا انکار کر دیا (کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے) تو پھر اس بچے کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہو گا۔**

البانی نے اس روایت پر حسن کا حکم لگایا ہے (لنک)۔

یہی روایت سنن ابو داؤد میں عمرو بن شعیب سے نقل ہوئی ہے، اور اس پر بھی حسن کا حکم ہے (لنک)

امام سرخسی اپنی کتاب مبسوط السرخسی میں لکھتے ہیں (لنک):

وولد اِم الولد ثابت من المولی مالم ینفہ لأنہا فراش لہ و قال علیہ الصلاۃ والسلام الولد للفراش ولکن ینتفی عنہ بمجرد النفی عندنا

ترجمہ:
باندی سے پیدا ہونے والی اولاد کے نسب کو صرف اس وقت مالک سے جوڑا جائے گا جب وہ مالک اس کا انکار نہیں کرتا کیونکہ وہ باندی اس کے ساتھ ہمبستر ہوئی۔ پھر رسول اللہ علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا کہ بچے کا نسب مالک سے اس صورت میں نہیں جڑے گا اگر مالک اس کا انکار کر دے۔

اور امام ابن ھمام اپنی کتاب فتح القدیر میں لکھتے ہیں (لنک):

إم الولد بسبب إن ولدہا، وإن ثبت نسبہ بلا دعوۃ ینتقی نسبہ بمجرد نفیہ، بخلاف المنکوحۃ لا ینتقی نسب ولدہا إلا باللعان
ترجمہ: کنیز باندی کا بچہ، جس کی ولدیت اگر بغیر کسی ثبوت کے بھی ثابت ہو سکتی ہو، مگر اگر مالک اسکا انکار کر دے تو بچے کا نسب جاری نہ ہو گا اور یہ حکم (آزاد عورت سے کیے گئے) نکاح کے برخلاف ہے جہاں ایک بچے کی ولدیت سے اُسوقت تک انکار نہیں کیا جا سکتا جبتک کہ "لعان" کی منزل نہ طے کر لی جائے۔

چوتھی بات:
ایک طرف اسلام ہے جو کہ ام الولد کو بیچ ڈالتا ہے، اس کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیتا ہے، یا سرے سے ہی مالک بچے کے نسب کا انکار کر کے ساتھ میں باندی کے ام الولد ہونے کا بھی انکار کر دیتا ہے۔
دوسری طرف یہود و نصاری ہیں کہ جہاں باندی سے باقاعدہ مالک کو شادی کرنی پڑ رہی ہے، جس کے بعد سرے سے ایسی باندی کو آگے بیچا ہی نہیں جا سکتا، چاہے اس باندی سے مالک کا کوئی بچہ پیدا بھی نہ ہو، بلکہ اس کی حیثیت خود بخود آزاد بیوی جیسی ہو جاتی ہے۔
تیسری طرف مہاتما بدھا اور ان کے پیروکار ہیں کہ جنہوں نے انسانیت کے نام پر عقل استعمال کرتے ہوئے سرے سے ہی غلامی کے بازاروں کا خاتمہ کر ڈالا، اور پھر مضارعت کے نظام کے ذریعے غلامی کا نظام ختم کر ڈالا۔ چنانچہ کوئی عورت باندی ہی نہ رہی کہ جو مالک اسکا ریپ کر کے اس کو ام الولد بنا پاتا۔ اسی طرح آج کا غیر مذہبی مغربی نظام ہے جس نے انسانیت کے نام پر انسانی عقل کا استعمال کرتے ہوئے غلامی کا خاتمہ کر ڈالا۔
اسلام کا ان مختلف تہذیبوں سے تقابل کرنے کے بعد آپ خود انصاف کر سکتے ہیں کہ آیا واقعی ام الولد کسی بھی طرح اسلام کا کارنامہ ہے، یا پھر اسلام کا باندی پر ظلم۔

مسلمان خلفاء اور باندیاں:

سنہرے اسلامی دور کی سنہری باتیں:
مسلمان سلاطین نے بڑے بڑے 'حرم' بنا کر لاتعداد عورتوں کے باڑے بنا لئے۔ خلیفہ المتوکل کے پاس چار ہزار خواتین تھی۔ کہا جاتا تھا، خلیفہ ان سب سے متمتع کر چکا تھا۔ سپین کے عبدالرحمان سوم کے حرم میں چھ ہزار تین سو کنیزیں تھی۔ جو شاہی عیش سامانیوں کے لئے جمع کی ہوئی تھی۔ عثمانی خلفاء کے حرم میں کنیزوں کی تعداد تین سو سے بارہ سو تک رہتی تھی۔ ان عورتوں کی نگرانی پر سینکڑوں خواجہ سرا مقرر ہوتے۔
برصغیر میں بھی مسلمان بادشاہوں کے حرم میں سینکڑوں عورتیں ہوتی تھی۔
یہ عورتیں بے حثیت اور بے قدر ہوتی۔۔ زرا سا شک ہونے پر اس کا گلہ گھونٹ کر یا زہر دے کر مار دیا جاتا تھا۔ ان کنیزوں کا کوئی وارث رشتے دار نہیں ہوتا تھا۔ سلاطین عثمانیہ میں کنیزوں کو قتل کرنے کا طریقہ بورے میں ڈال کر سی دیا جاتا تھا۔ اور سمندر میں پھینک دیا جاتا تھا۔ جب دل بھر جاتا، نئی کنیزوں کی کھیپ لانی ہوتی۔ تب بھی پچھلی کنیزوں کا قتل کر دیا جاتا۔ کنیزیں وہ عورتیں ہوتی، جو 'اسلامی' جنگوں میں دوسری قوموں کی اٹھا کر لے آئی جاتی، یہ بدنصیب اور مصیبت زدہ عورتیں اپنے پیچھے بار بار یاد آنے والا ماضی اپنے عزیز و اقارب اور اپنے محبت بھرے تعلقات چھوڑ کر آتی۔ منڈیوں میں بکتی، ذلت آمیز سلوک کا سامنا کرتی۔ ان کی حثیت کھلونوں جیسی ہوتی۔ جس سے جنس کے مارے مسلمان امرا کھیلا کرتے۔ خاندانی بیوی اور کنیزوں کی چپقلش ہو جاتی۔ تب بھی ان کو قتل کروا دیا جاتا۔ ایک بار خلیفہ ہارون رشید کسی مغنیہ پر فریفتہ ہو گیا۔۔ تو ملکہ زبیدہ نے اس کی توجہ ہٹانے کے لئے دس دوشیرہ کنیزیں نذر کی۔ جب جنگیں نہ ہونے کی وجہ سے کنیزوں کی سپلائی رک جاتی، تو غلاموں اور کنیزوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرنے والے عورتوں اور بچوں کو آس پاس کے قبائل سے پکڑ لاتے۔۔۔ بچوں کو گھڑ سواری، تیر اندازی، فن سپاہ گری میں طاق کیا جاتا اور اٹھائی گئی عورتوں کو بناو سنگار، خوش گلوئی، رقص اور موسیقی سکھائی جاتی۔۔ اور پھر ان کو آقاوں کے پاس بیچ دیا جاتا۔۔ انہی کنیزوں کے کئی بچے بعد میں بادشاہ اور امرا بنے۔۔ محمود غزنوی غلام کا بیٹا اور کنیز ماں کے بطن سے تھا۔۔۔
(سید نصیر شاہ۔۔ اسلام اور جنسیات)

مکتبِ اہلبیت میں کنیز باندی سے سلوک

کنیز باندی کے معاملے میں شیعہ سنی دونوں بھائی بھائی ہیں۔
الکافی میں باندیوں کے متعلق احکامات، صفحہ 31 سے پڑھئے (انگریزی لنک، عربی لنک)۔ یہ بہت ساری روایات ہیں۔
نیز یہ حوالہ دیکھئے:

بحار الانوار : الجزء المائة - Mozilla Firefox

File Edit View History Bookmarks Tools Help

بحار الانوار : الجزء المائة

www.al-shia.org/html/ara/books/lib-hadis/behar100/b08.htm

[129]

و لم يخل سبيلها و رجل أبق مملوكه ثلاث مرات و لم يبعه و رجل مر بحائط مائل و هو يقبل إليه و لم يسرع المشي حتى سقط عليه و رجل أقرض رجلا مالا فلم يشهد عليه و رجل جلس في بيته و قال اللهم ارزقني و لم يطلب

6- ب، [قرب الإسناد] ابن طريف عن ابن علوان عن الصادق عن أبيه (ع) أن عليا عليه الصلاة و السلام كان إذا أراد أن يبتاع الجارية يكشف عن ساقيها فينظر إليها

7- صح، [صحيفة الرضا عليه السلام] عن الرضا عن آبائه (ع) قال قال رسول الله (ص) إن الله تعالى غافر كل ذنب إلا من جحد مهرا أو اغتصب أجيرا أجره أو باع رجلا حرا

8- ضا، [فقه الرضا عليه السلام] روي في الجارية الصغيرة تشترى و يفرق بينها و بين أمها فقال إن كانت قد استغنت عنها فلا بأس

ابن طریف ﴿ ثقہ ﴾، ابن علوان ﴿ ثقہ ﴾، جعفر صادق ﴿ امام صاحب ﴾، ابو جعفر ﴿ امام صاحب ﴾ سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جب بھی کسی کنیز کے خریدنے کا ارادہ کرتے کرتے تو وہ کنیز عورت کی ٹانگوں کو ظاہر کرتے، اور پھر وہاں کا معائنہ کرتے۔ بحار الانوار ج ۱۰۰ ص ۱۲۰

نیز یہی روایت شیخ نراقی نے مستند الشیعہ ج ۱۶ ص ۴۱ میں ﴿ ۱ ﴾ اور حمیری القمی نے قرب الاسناد ص ۱۰۳ پر ﴿ ۲ ﴾ اور سید علی الطباطبائی نے ریاض المسائل ج ۱۰ ص ۶۴ پر ﴿ ۳ ﴾ اور حر العاملی نے وسائل الشیعہ ج ۱۳ ص ۴۸ پر ﴿ ۴ ﴾ اور شیخ جواہری نے جواہر الکلام شرح شرائع الاسلام ج ۲۴ ص ۱۲۹ ﴿ ۵ ﴾ پر بھی نقل کی ہے۔

بحار الانوار آنلائن عربی:

ابن طريف، عن ابن علوان، عن الصادق، عن إبيه عليهما السلام إن عليا عليه الصلاة والسلام كان إذا إرادإن يبتاع الجارية يكشف عن ساقيها فينظرإليها

ترجمہ:

امام صادق (ع) فرماتے ہیں کہ جب علی (ع) کسی باندی کو خریدنے کا ارادہ کرتے تو وہ باندی کی رانوں کو ننگا کرتے اور اس کا معائینہ کرتے۔

شیعہ مذہب کے مطابق بھی باندی کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ بحار الانوار (لنک):

ابن طريف، عن ابن علوان، عن الصادق، عن إبيه عليهما السلام أنه قال: إذا زوج الرجل إمته فلا ينظرن إلى عورتها، والعورة ما بين السرة إلى الركبة

ترجمہ:

امام کہتے ہیں اگر کوئی شخص اپنی باندی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کر دے تو وہ مالک پھر ایسی باندی کا ستر نہ دیکھے، اور باندی کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے۔

اور وسائل الشعیہ میں درج ہے کہ ذمی عورت کی بھی باندی کی طرح کوئی "حرمت" نہیں ہے۔ وسائل الشیعہ (لنک):

۔ محمد بن يعقوب، عن علي بن إبراهيم، عن أبيه، عن النوفلي، عن السكوني، عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال: قال رسول الله (صلى الله عليه وآله): لا حرمة لنساء أهل الذمة أن ينظر إلى شعورهن وأيديهن.

ترجمہ: ۔۔ رسول اللہ نے فرمایا: اھل الذمہ کی عورتوں کی کوئی حرمت نہیں ہے اور ان کے بالوں اور ہاتھوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔

(۴۵۷۶) جمیل نے فضیل سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا مولا میں آپؑ پر قربان ہمارے بعض اصحاب نے آپؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے برادر مومن کے لئے اپنی کنیز کی شرمگاہ کو حلال کر دے تو وہ اس برادر مومن کے لئے حلال ہے۔ آپؑ نے فرمایا ہاں اے فضیل۔ میں نے عرض کیا کہ پھر آپؑ کیا فرماتے ہیں ایک شخص کے متعلق کہ جس کے پاس ایک عمدہ نفس پاکیزہ کنیز ہے اس نے اپنے بھائی کے لئے اس کنیز کی شرمگاہ کو چھوڑ کر اور سب کچھ اس کے لئے حلال کر دیا تو کیا اس کے لئے یہ جائز ہے کہ اس کنیز کی بکارت کو توڑے؟ آپؑ نے فرمایا نہیں اس کے لئے بس اتنا ہی جائز ہے جتنا اس کے بھائی نے اس کے لئے حلال کیا ہے۔ اگر وہ کنیز کی صرف شرمگاہ کو اس کے لئے حلال کئے ہوتا تو اس کی شرمگاہ کے سوا کوئی اور چیز اس کے لئے حلال نہ ہوتی۔ میں نے عرض کیا مگر اس کے متعلق آپؑ کی کیا رائے ہے کہ گو اس نے شرمگاہ کو چھوڑ کر اور ہر بات اس کے لئے حلال کی ہے مگر غلبہ شہوت کی وجہ سے وہ اس کی بکارت توڑ دے۔ آپؑ نے فرمایا یہ اس کے لئے جائز نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا اگر وہ ایسا کر گزرے تو کیا وہ زانی قرار پائے گا؟ آپؑ نے فرمایا زانی نہیں لیکن خائن قرار پائے گا اور اس کنیز کی قیمت کا دسواں حصہ وہ مالک کو تاوان ادا کرے گا۔

شیعہ فقہ کے مطابق اگر "دخول" نہیں ہوا ہے تو پھر خالی باندی کے ننگے جسم سے کھیلنے اور لطف اٹھانے سے عدت واجب نہیں ہوتی، تو مالک باندی کو فوری طور پر دوسرے شخص کے لیے حلال کر سکتا ہے جو کہ اس کے ننگے جسم سے کھیل سکتا ہے۔

اور ائمہ اہلبیت کے متعلق بھی شیعہ روایات میں درج ہے کہ عمر ابن الخطاب کی طرح وہ بھی باندی عورت کو حجاب لینے پر مارتے تھے:

Wasail-us-Shia (link) and Alal Sharai (link):

سألت أبا عبد الله (ع) عن المملوكة تقنع رأسها إذا صلت؟ قال لا قد كان أبي إذا رأى الخادمة تصلي في مقنعة ضربها لتعرف الحرة من المملوكة

“I asked Aba `Abd Allah [al-Sadiq] (as) concerning the possession’s covering of her head when she prayed? He replied: ‘No! For when my father saw the female servant *praying* with a scarf on, he *hit* her; so that the free can be known from the possession.”

And it is in Man La Yahduruh al-Faqih – the author al-Saduq – [1:373] and Wasail-us-Shia (link) that Imam al-Baqir said:

ليس على الأمة قناع في الصلاة

“There is no cover for the slave girl during pray.”

This report is declared “Sahih” by the Grand Ayatullah al-Sayyid Muhammad Sadiq al-Ruhani in Fiqh al-Sadiq [4:228]

In fact, it is narrated in Qadi Nu`man al-Maghribi’s Da`a’im al-Islam [1:177] and al-Nuri’s Mustadrak al-Wasa’il [3:217] that Ja`far al-Sadiq was asked about the permissibility for a slave girl to cover her head during prayers and he replied:

لا كان إبي رضوان الله عليه إذا رأى أمة تصلي وعليها مقنعة ضربها وقال يالكع لا تتشبهي بالحرائر

“No, When my father, `alayh as-salam, saw a slave girl praying and she had a scarf on her, he hit her! And he said: ‘You rascal! Do not resemble the free ones!’”

باب :- کنیزوں کا استبرا (ان کے رحم کو پاک کرنا)

(۴۵۴۵) عبداللہ بن قاسم نے عبداللہ بن سنان سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ماموں نے ایک شخص سے ایک کنیز خریدی اور مجھے بتایا کہ وہ اسے کبھی مس نہ کرے گا جب تک اس کو حیض نہ آجائے اور حیض سے پاک نہ ہوجائے ۔آپؑ نے فرمایا جب تک کہ اس کنیز کا استبراء ایک حیض سے نہ ہو جائے جائز نہیں کہ اس سے مجامعت کی جائے لیکن اس کی شرمگاہ کو چھوڑ کر سب کچھ جائز ہے ۔وہ لوگ جو کنیزیں خریدتے ہیں اوران کے استبراء کرانے سے پہلے ہی مجامعت کرتے ہیں وہ خود اپنے مال سے زنا کرتے ہیں ۔

(۴۵۴۶) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کوئی ایسی کنیز جو ابھی بالغ نہیں (یعنی اس کو حیض آنا شروع نہیں ہوا) یا ایسی بڑھیا ہوگئی جس کو اب حیض آنا بند ہوگئے تو اگر اس کو استبراء نہ کرائے تو کوئی حرج نہیں ۔

(۴۵۴۷) علاء نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک کنیز خریدی جس کے مالک نے ابھی اس سے جماع کیا تھا کیا اس کے رحم کا بھی استبرا کیا جائے ۔ آپؑ نے فرمایا ہاں ۔میں نے عرض کیا کہ ایسی کنیز جس کو حیض نہیں آیا اس کے ساتھ کیا کیا جائے ؟آپؑ نے فرمایا اس کا معاملہ مشکل ہے اگر وہ اس سے جماع کرتا ہے تو جب تک یہ ظاہر نہ ہوجائے کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں اس کے اندر انزال نہ کرے میں نے عرض کیا کہ یہ کتنے دنوں میں ظاہر ہوگا ؟آپؑ نے فرمایا پینتالیس (۴۵) دنوں میں ۔

باب :- ایک غلام اپنے مالک کی بغیر اجازت نکاح کرتا ہے

(۴۵۴۸) موسیٰ بن بکر نے زرارہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے غلام نے اس کی اجازت کے بغیر ایک عورت سے نکاح کیا اور اس عورت سے دخول کیا پھر اس کے بعد اس کی اطلاع اپنے مالک کو دی ۔آپؑ نے فرمایا یہ اس کے مالک کی مرضی پر ہے چاہے تو ان دونوں کو جدا کردے اور چاہے تو ان دونوں کا نکاح جائز قرار دے دے ۔اگر وہ ان دونوں کو جدا کرتا ہے ۔تو عورت کے لئے وہ ہے جتنا غلام نے اس کو مہر میں دے دیا ہے مگر یہ کہ غلام نے اس کو مہر بہت زیادہ نہ دے دیا ہو ۔اور اگر اس نے نکاح کی اجازت دے دی تو وہ دونوں اپنے پہلے نکاح پر رہیں گے (دوسرے نکاح کی ضرورت نہیں) تو میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ پھر وہ غلام اصل نکاح کرنے میں گنہگار ہوا ؟حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نے ایک حلال کام کیا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی ہے ۔اس نے اپنے مالک کی نافرمانی کی ہے اللہ تعالیٰ کی

شیعہ فقہ: مالک اپنے غلام کی بیوی کو چھین کر اس کا ریپ کر سکتا ہے

سنی فقہ کی طرح شیعہ فقہ میں اگر مالک نے اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا ہے، تو وہ جب چاہے شہوت آنے پر غلام سے اس کی بیوی چھین سکتا اور حیض کا خون ختم ہونے پر اپنی جنسی شہوت کو پورا کر سکتا ہے۔ اور جب اپنی شہوت کو پورا کر لیے تو پھر دوبارہ غلام کو دے سکتا ہے اور اس دفعہ کسی نکاح کی تجدید کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔

Tafsir al-Mizan of Allamah Tabatabai (tafsir of verse 4:24, and those around it -- can be accessed here):

It has been narrated in traditions that the master of a married slave woman may take away that woman from her husband, keep her untouched for the prescribed term, then have sexual relation with her, and thereafter return her to her husband. ---Ibn Muskan has narrated through Abu Basir, from one of the two Imams (a.s.), about the word of **Allah**: And all married women except those whom your right hands possess, that he said: "They are the women having husbands except those whom your right hands possess. **If you have give a your slave girl in marriage to your slave boy, you may remove her from him if you so wish.**" "I said: 'Do you see, if he has given her in marriage to other than his own slave boy?' He said: '(Then) he has no right to remove (her from him) until she is sold away; then if he sells her, her affair is transferred to other than him (i.e, to the buyer); then the buyer may separate (her from her husband) if he so desires, and may reconfirm (the marriage) if he so wishes." (at-Tafsir, al-'Ayyashi)

Same thing is present in these 3 traditions of Al-Kafi:

Al-Kafi, vol. 5, page 481 (link):

1- علی بن إبراهيم، عن ابيه، عن عبد الله بن المغيرة، عن عبد الله بن سنان، عن إبي عبد الله * (الرجل يزوج عبده إمته ثم يشتهيها) * (باب) (عليه السلام) قال: سمعته يقول: إذا زوج الرجل عبده إمته ثم اشتهاها، قال له: اعتزلها فإذا اطمثت وطئها ثم يردها عليه إذا شاء. 2- محمد بن يحيىٰ، عن إحمد بن محمد، عن ابن محبوب، عن إبي إيوب، عن محمد بن مسلم قال: سألت إبا جعفر (عليه السلام) عن قول الله عز وجل: (المحصنات من النساء إلا ماملكت إيمانكم) (1) قال: هو إن يأمر الرجل عبده وتحته إمته فيقول له: اعتزل امرإتك ولا تقربها ثم يحبسها عنه حتى تحيض ثم يمسها (2) فإذا حاضت بعد مسه إياها ردها عليه بغير نكاح. 3- محمد بن يحيىٰ، عن محمد بن إحمد، عن إحمد بن الحسن، عن عمرو بن سعيد، عن مصدق بن صدقة، عن عمار بن موسى، عن إبي عبد الله (عليه السلام) قال: سألته عن الرجل يزوج جاريته من عبده فيريد إن يفرق بينهما فيفر العبد كيف يصنع؟ قال: يقول

لها: اعتزلی فقد فرقت بینکما فاعتدی فتعتد خمسة وأربعین یوما ثم یجامعها مولاها إن شاء وإن لم یفر قال له مثل ذلک، قلت: فإن کان المملوک لم یجامعها، قال: یقول لها: اعتزلی فقد فرقت بینکما ثم یجامعها مولاها من ساعته إن شاء ولا عدة علیها.

Chapter on a man who marries his (male) slave to his slave-girl, then desires her (the slave-girl). The three hadith basically say the same thing that Allamah Tabatabai mentioned in his tafsir--that an owner of a slave girl, who is married to his (male) slave, can separate the slave-girl from her husband until she menstruates (or separate her for a period of 40 to 50 days, according to the third hadith), and then can have sexual relations with her. And then she can be returned to her husband (the male slave) without any need to renew their nikah.

The gradings of these three ahadith according to Allamah Majlisi are: Hasan, Sahih and Muwaththaq.

کچھ شیعہ حضرات کو آیت 4:25 سے ایک مغالطہ ہوتا ہے کہ مالک کو بھی اپنی باندی سے سیکس کرنے کے لیے نکاح کی ضرورت ہے۔ یہ مغالطہ غلط ہے۔ شیعہ فقہ کے مطابق اگر کوئی شخص غریب ہے، اور وہ نہ آزاد عورت سے نکاح کر سکتا ہے، اور نہ ہی خود اپنے لیے باندیاں خرید سکتا ہے، تو پھر وہ کسی اور مالک کی باندی سے نکاح کر سکتا ہے، مگر اس کو بھی اسلام (شیعہ اور سنی فقہ دونوں میں) بری نظروں سے دیکھا گیا ہے، کیونکہ ایسی صورت میں اس شخص کا پیدا ہونے والا بچہ اس مالک کا غلام ہو گا کہ جس کی باندی سے اس شخص نے نکاح کیا تھا۔

علامہ طباطبائی اپنی تفسیر المیزان میں اسی آیت 2:25 کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ مالک اپنی باندی سے نکاح تک نہیں کر سکتا ہے کیونکہ ایسا نکاح "باطل" ہے (تفسیر کا لنک، تفسیر المیزان، آیت 4:25، صفحہ 106):

The words, ‘‘those whom your right hands possess’’, actually means slaves of other believers than him who intends to marry, because a man is not allowed to ‘marry’ his own .slave girl — such a marriage is void

غلط مسلم دعویٰ: اسلام نے غلامی کا "بتدریج خاتمہ" کیا تھا

مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کا یکسر خاتمہ نہیں کیا، بلکہ اسکے "بتدریج خاتمے" کے احکامات دیے۔

مسلمانوں کا یہ دعویٰ سراسر غلط اور جھوٹ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے غلامی کا "بتدریج خاتمہ" نہیں، بلکہ غلامی میں "بتدریج اضافہ" کیا۔ پیغمبر اسلام کی اپنی زندگی میں ہی غلاموں کی تعداد میں دن دگنا اور رات چوگنا اضافہ ہونا شروع گیا۔ یہی اضافہ خلفائے راشدین کے دور میں ہوتا رہا۔ اور پھر امت مسملہ کی پوری 1400 سالہ تاریخ میں یہ اضافہ جاری رہا۔
مسلمانوں کی تاریخ کا کوئی ایک ایسا دور بھی نہیں جہاں کبھی بھی غلاموں کی تعداد میں کمی ہوئی ہو۔

چنانچہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلامی شریعت نے غلامی کا ہرگز بتدریج خاتمہ نہیں کیا، بلکہ جوں جوں اسلام طاقت پکڑتا گیا، توں توں اسلام شریعت غلامی میں "بتدریج اضافہ" کرتی گئی۔

اسلام نے 'پیدائشی غلامی' کی لعنت کو فروغ دیا

مسلمان عذرخواہ بہت دھڑلے سے جھوٹا پروپیگنڈہ کر رہے ہوتے ہیں کہ اسلام نے سوائے جنگوں کے غلامی کے بقیہ راستے بند کر دیتے۔ مسلمانوں کے اس جھوٹ کے مقابلے میں اصل حقیقت یہ ہے کہ:

1) اسلام ایک جارحانہ مذہب ہے جو کہ غیر حربی قوم پر بھی مسلمانوں کے حملے کو عین حلال قرار دیتا ہے، اور انکی معصوم و بے خطا عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے کا حکم دیتا ہے، انکی املاک و جائیداد و پیسے پر قبضہ کرنے اور لوٹ مار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ **یہ تنہا جنگی قیدیوں کو غلام بنالینا ہی اسلام کی مذمت کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔**

2) جنگ کے ساتھ ساتھ اسلام نے '**پیدائشی**' غلامی کی لعنت کو بھی مکمل طور پر جاری رکھا ہے۔

3) اسلام کے مطابق غلام مردوں اور غلام باندیوں کے پیدا ہونے والے تمام کے تمام بچے پیدائشی غلام ہی پیدا ہوں گے۔

4) اور پھر یہ "پیدائشی غلامی" کی لعنت آگے بڑھتی ہے اور اسلام نے مالک کو اجازت دی کہ جب بچے کے 2 دانت نکل آئیں، تو مالک اسے باندی ماں سے علیحدہ کر کے بیچ سکتا ہے۔ اور باندی ماں تو پھر اپنے بچے کے 2 دانت نکلنے تک اس کے ساتھ رہ سکتی ہے، مگر بے چارے غلام باپ کو تو مالک بچے کی پیدائش سے پہلے ہی باندی سے علیحدہ کر کے کہیں بھی بیچ سکتا تھا، چاہے باپ نے اپنے بچے کا چہرہ تک نہ دیکھا ہو۔

4) حتیٰ کہ اگر کوئی آزاد شخص بھی کسی دوسرے کی کنیز باندی سے نکاح کرتا ہے، تب بھی اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ کنیز ماں کے مالک کا پیدائشی غلام ہو گا۔ اسی لیے قرآن میں آزاد مسلمان شخص کو مجبوری کی حالت میں کسی دوسرے کی کنیز باندی سے نکاح کی اجازت تو دے دی گئی، مگر قرآن میں ہی اسکی حوصلہ شکنی بھی کی گئی کیونکہ اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ کنیز ماں کے مالک کا پیدائشی غلام ہو گا۔

(قرآن 4:25) ۔۔ (اگر تمہیں نکاح کے لیے آزاد مسلمان عورتیں نہ ملیں تو) باندیوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لو۔۔۔ یہ اس کے لئے ہے جو تم میں سے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رکھتا ہو، لیکن اگر تم صبر کرو (اور باندیوں سے نکاح نہ کرو) تو یہ بہتر ہے تمہارے لئے۔

اس آیت کے ذیل میں تمام مفسرین یہی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ باندیوں سے آزاد مسلمان کا نکاح اس لیے اچھا نہیں کیونکہ اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ غلام ہو گا۔ تفسیر در المنثور میں امام جلال الدین سیوطی نے یہ روایات نقل کی ہیں (لنک):

ابن المنذر نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وان تصبروا" یعنی باندی سے نکاح نہ کرنے میں خیر ہے۔ تاہم وہ تمہارے لئے حلال ہیں **کیونکہ ان کی اولاد غلام ہو گی**۔ (۳۷) ابن جریر وابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اگر تم صبر کرو اور باندی سے نکاح نہ کرو یہ خیر ہے تیرے لئے **ورنہ تیری اولاد غلام ہو گی**۔۔۔ (۴۰) ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ باندی سے نکاح کرنا مردار، خون اور سور کا گوشت کھانے کی طرح ہے یہ نکاح حلال نہیں مگر مجبور آدمی کے لئے۔

فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد 31، صفحہ 376 اور 377:

ابن تیمیہ کے سامنے سوال پیش کیا گیا: "اگر کسی (آزاد) شخص نے کسی دوسرے شخص کی کنیز سے شادی کی اور اسکے نتیجے میں بچہ پیدا ہوا، تو کیا وہ بچہ آزاد ہو گا یا پھر وہ غلام ہو گا"۔
ابن تیمیہ جواب دیتے ہیں: "ایسی صورت میں وہ بچہ اپنی کنیز ماں کے مالک کا غلام ہو گا اور تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کیونکہ بچہ غلامی یا آزادی میں اپنی ماں کے درجے پر ہوں گے (یعنی ماں اگر غلام ہے تو بچے بھی غلام اور اگر ماں آزاد ہے تو بچے بھی آزاد)

اور ابن تیمیہ اپنے فتاوی کی جلد 35، صفحہ 54 پر لکھتا ہے:

اور جو کنیز عورت کا مالک ہے، وہ اس کنیز عورت سے پیدا ہونے والے بچوں کا بھی مالک ہو گا۔ ماں کی ملکیت اس مالک کو حق عطا کرتی ہے کہ وہ اسکے ان بچوں کا بھی مالک بن جائے گا جو کہ کسی اور سے نکاح کی صورت میں پیدا ہوئے ہوں یا پھر ناجائز حرامی طریقے سے پیدا ہوئے ہوں۔ چنانچہ مالک اپنی باندی کی بیٹی سے جماع (سیکس) کر سکتا ہے کیونکہ وہ بھی اسکی جاگیر ہے، بشرطیکہ وہ اسکی ماں سے اس سے قبل جماع نہ کر چکا ہو۔

مصنف ابن ابی شیبہ، مسئلہ 2696 (لنک):

> حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ، عَنِ الْعُمَرِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَلَدُ أُمِّ الْوَلَدِ بِمَنْزِلَتِهَا.
>
> ترجمہ:
>
> نافع کہتے ہیں کہ صحابی ابن عمر نے کہا کہ "لونڈی کی (اپنے مالک کے علاوہ اولاد) اپنی ماں کے درجے پر ہے۔

ابن ابی شیبہ نے اس مسئلے کے ذیل میں مزید کئی روایات نقل کی ہیں، اور وہ سب یہی بیان کر رہی ہیں کہ لونڈی کی اولاد اسی کے درجے پر ہے۔

5) اور تو اور اگر کوئی آزاد مسلمان مالک اپنی باندی سے پیدا ہونے والی اولاد کے نسب کا انکار کر دے، تو پھر وہی بچہ یا بچی اس مالک کے غلام اور کنیز بن جائیں گے جنہیں وہ آگے بیچ سکتا ہے۔ یہ اسلام کا ایک شرمناک ترین پہلو ہے۔ اسکے متعلق تفصیل سے ہم اوپر ثبوت پیش کر چکے ہیں۔

6) پھر اسلام نے کھلی چھوٹ دی ہوئی ہے کہ مسلمان غلاموں کی 'تجارت' کریں۔

7) اسی تجارت کے وجہ سے مسلمان ہزاروں کی تعداد میں ایسے غلام سراوؤں کو خریدتے تھے جنہیں دوسرے ممالک میں اعضائے تناسل کاٹ کر ہیجڑا بنا دیا گیا ہوتا تھا۔

اسلام کے پاس پوری قوت تھی کہ وہ غیر ممالک میں غلاموں کی ایسی تجارت پر پابندی لگاتا۔ کوئی صحابی اس معاملے میں پیغمبر اسلام کی مخالفت نہ کرتا۔ مگر ایسے غیر ملکوں میں تجارت پر پابندی لگانا تو در کنار، محمد و خود ایسی تجارت میں ملوث رہا جہاں اس نے اللہ کی نام لیوا یہودی خواتین کو کافر بت پرستوں کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔

جھوٹا مسلم دعویٰ: غلاموں کو مکاتبت کا حق دینا اسلام کا کارنامہ تھا

اسلام عذر خواہ بار بار مکاتبت کے متعلق ڈینگ مارتے ہیں۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مکاتبت اسلام کا کارنامہ نہیں بلکہ اس سے قبل ہی دیگر معاشروں بشمول زمانہ جاہلیت کے عربوں میں رائج تھا۔

اسلام عذر خواہ مگر یہ نہیں بتلاتے کہ اسلام کے مطابق مالک پر واجب نہیں ہے کہ وہ غلام کے کہنے پر لازماً مکاتبت کرے۔

موطاء امام مالک (لنک):

> امام مالک کہتے ہیں ہمارے نزدیک یہ حکم ہے اگر غلام اپنے مولیٰ کو کہے مجھ کو مکاتب کر دے تو مولیٰ پر ضروری نہیں خواہ مخواہ مکاتب کرے اور میں نے کسی عالم سے نہیں سنا کہ مولیٰ پر جبر ہوگا اپنے غلام کے مکاتب کرنے پر

چنانچہ اب مسلمانوں کے پاس کیا حق رہ گیا ہے کہ وہ مکاتبت کے حوالے سے اسلام کی برتری ثابت کریں؟

بہانہ: شریعت میں غلامی "حکم" نہ تھا بلکہ "اجازت" تھی

مسلم دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ یہ فقط ایک "اجازت" تھی۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے مرنے کا خوف ہو تو گدھے کے گوشت کھانے کی بھی "اجازت" ہوتی ہے۔

جواب:

یہ مسلمانوں کا ایک عجیب دعویٰ ہے۔ اسلام میں غلامی کی "عام اجازت" تھی جسے "مباح" کہا جاتا ہے۔ جبکہ گدھے کا گوشت "کراہت" کے زمرے میں آتا ہے۔
یہ حکم اور اجازت والی بحث بالکل ہی لغو ہے۔
یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ جیسے کہ اسلام میں "گوشت" کھانے کا "حکم" نہیں ہے، بلکہ "عام اجازت" ہے۔ اسی طرح کی بالکل "عام اجازت" غلامی کے متعلق بھی ہے جسے "مباح" کہا جاتا ہے، اور ہر مباح چیز اسلامی شریعت کے مطابق "حلال" ہے۔

مسلم دعوی: قرآن نے غلامی ختم کرنے کے لیے حکم دیا کہ قیدیوں کو احسان کرکے یا پھر فدیہ کے کر آزاد کر دو (آیت 47:4)

مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کی آیت 47:4 میں اللہ نے ہمیشہ کے لیے غلامی کا خاتمہ کر دیا۔

> (قرآن 47:4) توجب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ جب انہیں خوب قتل کرلو تو مضبوط باندھو پھر اس کے بعد چاہے احسان کرکے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو

یہ بہانہ چالاک مسلمانوں کے دھوکے کی عمدہ مثال ہے جہاں وہ پچھلا پورا پس منظر غائب کر گئے۔ اور پس منظر کے ساتھ ساتھ بعد کے واقعات کو بھی ہضم کر گئے۔

پس منظر:

جنگ بدر میں 70 کفار مارے گئے اور 70 ہی قریب قیدی بنا لیے گئے۔

چونکہ یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ قیدی لگے تھے، چنانچہ انہیں پتا نہیں تھا کہ وہ ان قیدیوں کا کیا کریں، انہیں جان سے مار ڈالیں، یا انہیں زندگی بھر کے لیے غلام بنالیں، یا ان کا فدیہ لے لیں۔

ابو بکر نے تجویز پیش کی کہ ان کا فدیہ لے کر انہیں رہا کر دیا جائے تاکہ مسلمانوں کے ہاتھ پیسہ آسکے اور اہل مکہ کوئی نئی انتقامی جنگ بھی نہ کریں۔ جبکہ عمر ابن خطاب نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ان قیدیوں کی گردن اڑادی جائے، چنانچہ علی اپنے بھائی عقیل کو ذبح کریں، عمر اپنے رشتے دار کو قتل کریں، اور محمد کے چچا عباس اور حمزہ (جو اُس وقت کافر تھے اور جنگ بدر میں قیدی بن گئے تھے) انہیں بھی قتل کیا جائے، کیونکہ یہ ہی مشرکوں کے سردار ہیں۔

عباس اور حمزہ کے قتل کے نام پر محمد کو عمر ابن خطاب کی تجویز اچھی نہ لگی اور انہوں نے اس لیے فدیہ لینے کا حکم دے دیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، اور مسند احمد)۔

مگر ان قیدیوں کے فدیے کے ذریعے آزاد ہونا پھر بھی محمد کو برداشت نہیں ہو پا رہا تھا اور وہ قریش والوں سے انتقام بھی لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ محمد کی خواہش تھی کہ مکہ میں جو لوگ ان کی مخالفت کرتے تھے، وہ قتل بھی کر دیے جائیں، اور انکے رشتے دار عباس و حمزہ وغیرہ بچ بھی جائیں۔ اس کا حل محمد نے حسب معمول اس طرح نکالا کہ وحی کے نام پر نئی قرآنی آیت پیش کر دی جہاں کچھ قیدیوں کے قتل کا لازمی حکم موجود تھا اور اسے پیغمبر کی شان قرار دیا گیا۔

> (قرآن 8:47) یہ پیغمبر کے شایانِ شان نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (ان قیدیوں میں سے کچھ کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہادے۔

چنانچہ اس آیت کے بعد محمد نے کچھ قیدیوں کو قتل کروادیا۔ مگر عمر ابن خطاب کی تجویز کے برعکس محمد نے نہ تو عقیل کو قتل کروایا اور نہ ہی حمزہ اور عباس کو، حالانکہ عمر ابن خطاب کے مطابق یہ ہی مشرکوں کے سردار تھے۔

محمد کے لیے اب اگلا مسئلہ اپنے رشتے داروں کی رہائی کا تھا۔ چنانچہ اب محمد ایک اور نئی آیت کو وحی کے نام پر پیش کر دیتے ہیں:

> (قرآن 47:4) تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ جب انہیں خوب قتل کر لو تو مضبوط باندھو پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو

ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہ کیسے محمد کو عباس کے قتل کی فکر لگی ہوئی تھی اور کیسے محمد نے انہیں بطور احسان آزاد کروالیا (تفسیر ابن کثیر، آیت 8:67):

> ان قیدیوں میں عباس بھی تھے انہیں ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا انصار کا خیال تھا کہ اسے قتل کر دیں آپ کو بھی یہ حال معلوم تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا رات کو مجھے اس خیال سے نیند نہیں آئی۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجازت دیں تو میں انصار کے پاس جاؤں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دی حضرت عمر انصار کے پاس آئے اور کہا عباس کو چھوڑ دو انہوں نے جواب

> دیا واللہ ہم اسے نہ چھوریں آپ نے فرمایا گو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضامندی اسی میں ہو؟ انہوں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو آپ اب انہیں لے جائیں ہم نے بخوشی (بطور احسان) چھوڑا۔

مگر بات یہاں پر بھی آ کر نہیں رکی۔ جب عباس وغیرہ آزاد ہو گئے، تو اب محمد کو دوبارہ پیسے کی فکر ہوئی۔ چنانچہ اب محمد نے ایک نیا حکم جاری کر دیا کہ بطور احسان قیدیوں کو مزید رہا نہ کرو، بلکہ ہر صورت پیسے حاصل کرو، اور جو قیدی غربت کی وجہ سے فدیہ ادا نہ کرے، تو اسے قتل کر ڈالو۔

تاریخ طبری، جلد 2، صفحہ 159 اور 160 (لنک):

> اس کے بعد رسول اللہ نے (پچھلا حکم منسوخ کر کے) فرمایا: "تم لوگ غریب ہو، اس لیے بغیر فدیے کے کسی کو رہا نہ کیا جائے، اور جو فدیہ نہ دے سکے، اسے قتل کر دیا جائے۔

یاد رہے کہ قیدیوں کا قتل صرف آج ہی "انسانی جنگی جرم' نہیں مانا جاتا، بلکہ یہ اتنا مکروہ فعل ہے کہ زمانہ جاہلیت کے عرب بھی اسے قبیح ترین فعل مانتے تھے۔ بعد کچھ علماء نے قیدیوں کے قتل کو ایک استثنی بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی، مگر یہ بالکل ناکام کوشش ہے کیونکہ قرآن کے مطابق اللہ کی خوشنودی اور نبی شان اس میں تھی کہ قیدیوں کا خوب خوب کثرت سے خون بہایا جائے۔

اور بات یہاں پر ہی نہیں رکی، بلکہ آگے ایک اور Turn بھی آیا۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح ملی تھی، مگر اس کے بعد جب جنگ احد ہوئی، تو اس میں مسلمانوں کو بری طرح شکست ہوئی اور کئی مسلمان مارے گئے، حالانکہ احد کے موقع پر بھی محمد نے اللہ کے نام پر آیات نازل کروائی تھیں کہ اللہ فرشتوں کو مدد کے لیے بھیج رہا ہے۔ چنانچہ اس شکست اور فرشتوں کے مدد کے لیے نہ پہنچنے کا بہانہ اس دفعہ مسلمانوں ایک جھوٹی روایت گھڑ کر پیش کیا کہ چونکہ جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں نے تمام قیدیوں کو قتل کرنے کی بجائے فدیہ لے لیا تھا، اس لیے اللہ نے غضبناک ہو کر جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست سے دوچار کروایا، اور وعدے کے باوجود فرشتوں کو مدد کے لیے نہیں بھیجا۔

> سنن ترمذی، کتاب السیر، نسائی فی السنن الکبری، ابن کثیر، آیت 8:67 کے ذیل میں (لنک):
> حضرت علی کہتے ہیں کہ جبرائیل آئے اور کہا کہ اپنے صحابہ کو اختیار دیجئے کہ وہ ان دو باتوں میں سے ایک کو پسند کر لیں۔ اگر چاہیں تو فدیہ لے لیں، اگر چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں لیکن یہ یاد رہے کہ فدیہ لینے کی صورت میں اگلے سال ان میں سے اتنے ہی صحابہ شہید ہو جائیں گے۔ صحابہ نے کہا ہمیں یہ منظور ہے اور ہم فدیہ لے کر چھوڑیں گے۔
> البانی نے اس روایت کو " صحیح " کہا ہے (ارواء الغلیل)

حدیثیں مسلمانوں کے اپنے گھر کی باندی ہیں، جسے وہ جیسے چاہتے تھے گھڑتے تھے۔ یہ پورا فنِ حدیث گھڑا ہی اس لیے گیا تھا تاکہ مذہب کے تضادات پر اٹھتے اعتراضات کے لیے بہانے گھڑے جا سکیں۔

مگر جھوٹ پھر جھوٹ ہوتا ہے اور اپنے تضادات کی وجہ سے پھر بھی پہچانا جاتا ہے۔ مسئلہ یہ ہوا کہ فدیہ لینے کی اجازت تو خود قرآن کے مصنف (یعنی محمد) نے خود قرآن میں نازل کروادی تھی، اور دوسری آپشن احسان کے ذریعے رہا کرنے کی تھی۔ ان دونوں ہی صورتوں میں کوئی "خون" نہیں بہہ رہا تھا۔ چنانچہ حدیث سازوں کو یہ نظر نہیں آیا کہ یہ صحابہ کا فیصلہ نہیں تھا، بلکہ خود قرآن کے مصنف کا فیصلہ تھا۔

چلیں اگر مان بھی لیں کے صحابہ نے فدیے کا فیصلہ کیا تھا، تب بھی اگلا سوال اٹھ کھڑا ہو گا کہ پھر قرآن کا مصنف جنگ احد میں فرشتوں سے مدد کرنے کی بشارت کیوں دے رہا ہے جبکہ محمد اور صحابہ کو تو پہلے سے علم ہونا چاہیے تھا کہ اس جنگ میں انہیں شکست ہو گی اور انکے 70 صحابی مارے جائیں گے۔

بطور احسان رہا کرنے والی آیت منسوخ ہے

چالاک مسلمان یہ بات ساتھ میں نہیں بتاتے کہ بعد میں محمد نے اس آیت پر عمل نہیں کیا (یعنی محمد نے شاید ہی شاذ و نادر کسی قیدی کو بعد میں بطور احسان رہا کیا ہو، حالانکہ انہوں نے پھر جنگوں میں ہزاروں کی تعداد میں مردوں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا)۔ اور بعد میں محمد نے اس آیت کو دوسری آیت نازل کروا کر سرے سے ہی منسوخ کروا دیا۔

تفسیر در منثور میں حافظ جلال الدین سیوطی نے اس آیت کے ذیل میں ابن عباس، قتادہ، ضحاک، مجاہد، سدی اور عطا سے بے تحاشہ روایات نقل کی ہیں جن کے متعلق یہ آیت "منسوخ" ہے، اور اس کو منسوخ کرنے والی یہ آیت ہے (آیت) ”فاذا انسلخ الاشھر الحرم فا قتلوا المشرکین“ (پھر جب عزت والے مہینے گزر جائیں مشرکوں کو جہاں پاؤں قتل کردو) (حوالہ: تفسیر در منثور، آیت 47:4 کی تفسیر)۔

چنانچہ محمد نے شاید ہی کسی کو بطور احسان آزاد کیا ہو۔

بدر مدنی زندگی کے ابتدائی دور میں پیش آیا تھا جب مسلمانوں کے پاس قوت نہیں تھی۔ جوں جوں مسلمان قوت پکڑتے گئے، ویسے ویسے محمد ظالم ترین احکامات نازل کرواتے گئے۔

مثلاً بدر کے بعد بنو قریظہ کا واقعہ پیش آیا۔ دیکھیں کہ کیسے پہلے محمد صاحب نے انہیں پیغام بھیجا، اور پھر جب انہوں نے ہتھیار رکھ دیے اور قیدی بن گئے، تو پھر بطور قیدی بھی محمد صاحب نے ان کو نہیں بخشا اور سب کے سب مردوں کو ذبح کروا دیا۔ قیدیوں کا قتل صرف آج ہی انسانی جنگی جرم نہیں، بلکہ یہ اتنا قبیح ترین فعل ہے کہ اُس زمانے کے جاہل عرب تک قیدیوں کے قتل کو ذلیل ترین نظر سے دیکھتے تھے۔ اور پھر محمد صاحب صرف قیدی مردوں کے قتل تک ہی نہیں رکے بلکہ بنو قریظہ کی ایک ایک عورت اور ایک ایک بچے تک کو پوری زندگی کے لیے غلام بنا ڈالا، اور نہ بطور فدیہ کسی کو آزاد کیا اور نہ بطور احسان۔

چنانچہ اس آیت فدیہ سے اسلام میں کہیں بھی غلامی ختم نہ ہوئی، بلکہ پیغمبر اسلام کے اپنے دور میں غلاموں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی، جبکہ خلفائے راشدین کے دور میں یہ تعداد بڑھ کر لاکھوں غلاموں تک پہنچ چکی تھی۔

مسلم عذر: نبی کا قیدی عورتوں کا باندی بنا کر ریپ کروانا انسانی جرم نہیں، کیونکہ دوسری اقوام بھی یہی کرتی تھیں

یہ کیا بات ہوئی کہ معصوم اور بے گناہ عورتوں اور بچوں پر جو جنگی جرائم دوسرے کرتے تھے، تو انسانیت کے خلاف وہ جنگی جرائم محمد صاحب کے لیے بھی حلال ہو گئے؟

اگر مرد آپس میں لڑتے بھی تھے، تب بھی عورتوں اور بچوں کا کوئی قصور نہیں ہوتا تھا کہ انہیں زندگی بھر کے لیے غلام بنا لیا جائے۔ (بلکہ مرد بھی نہیں لڑتے تھے اور محمد صاحب خود مالِ غنیمت کے لیے پرامن بستیوں پر بھی حملہ آور ہو جاتے تھے)

انسانیت ایسے کسی قانون کو نہیں مانتی کہ جہاں مردوں کے کیے گئے کسی جرم کی سزا عورتوں اور چھوٹے بچوں کو دی جائے۔

یورپی اقوام نے انیسویں صدی میں تمام اسلامی ممالک کو فتح کر لیا تھا، مگر انہوں نے مسلمان عورتوں کا ریپ نہیں کیا۔ اس طرح آپ کی دادیاں نانیاں ریپ سے بچ گئیں۔ دعا دیجئے مغربی اقوام کی عوام کو کہ جس نے انسانیت کے نام پر ان جنگی جرائم کا پہلے سے خاتمہ کر دیا تھا، اور اپنی فوجوں پر پابندی لگائی کہ وہ محمد صاحب کی طرح قیدی عورتوں کا ریپ نہ کریں۔

پی ایس:

یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ تمام اقوام قیدی عورتوں کا ریپ کرتی تھیں۔ یہود و نصاری میں قیدی عورت سے باقاعدہ شادی کر کے اسے آزاد بیوی جیسا مرتبہ دینا ہوتا تھا۔ (بائیبل، کتاب الاستثناء، باب 21)

مسلم عذر: اگر عورتوں کو باندیاں نہ بناتے تو پھر عورتوں کو کیسے تنہا چھوڑ دیتے؟

اگلا مسلم بہانہ یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ کی عورتوں کا جنگ میں کوئی کردار نہیں ہوتا، لیکن مردوں کے مارے جانے کے بعد عورتیں علاقے میں تنہا رہ جاتیں، چنانچہ ان کی سیفٹی کی خاطر انہیں باندیاں بنا کر مسلمان اپنے ساتھ لے آتے تھے۔ جواباً عرض ہے کہ:

(1) پیغمبر کو مالِ غنیمت کے لیے قبیلوں پر حملے نہیں کرنے چاہیے تھے۔

(2) اور اگر کوئی کافر حملہ کرتے تو جنگ کرنے والوں کو سزا دی جا سکتی تھی، لیکن 'شہری آبادی' کا قتل عام نہیں کیا جا سکتا تھا جیسا کہ پیغمبر محمد کرتے تھے۔ دیکھئے بنو قریظہ کا واقعہ جہاں صرف سردار نے کفار سے خط و کتابت کی تھی اور اس کے علاوہ مسلمانون کو کوئی عملی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ لیکن پیغمبر نے پوری کی پوری شہری آبادی بمع بوڑھوں اور 12 سالہ بچوں کو قتل کر ڈالا، حالانکہ انکا کا جنگ سے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔

(3) اسی طرح گھات لگا کر چپکے سے پیغمبر حملہ کرتے اور غیر حربی امن سے رہنے والے قبیلے کو مالِ غنیمت کے لیے قتل کر ڈالتے۔ صحیح بخاری، کتاب العتق (لنک) اور صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر (لنک):

ابن عون کہتے ہیں کہ انہوں نے نافع کو لکھا کہ کیا یہ ضروری ہے کہ کفار پر حملہ کرنے سے قبل انہیں اسلام کی دعوت دی جائے؟ اس پر نافع نے جواب دیا کہ یہ چیز اوائل اسلام میں تھی، مگر بعد میں رسول نے بنو المصطلق پر بالکل غفلت کی حالت میں حملہ کر دیا (یعنی کوئی دعوت نہیں دی) اور ان کے مویشی پانی پی رہے تھے۔ ان کے لڑنے والوں کو قتل کیا گیا، عورتوں بچوں کو قید کر لیا گیا۔

(4) اور اگر مرد مارے بھی گئے، تو عورتوں کو خود حق حاصل ہونا چاہیے تھا کہ وہ اپنے متعلق خود فیصلہ کریں کہ انہیں اپنے شہر میں رہنا ہے یا پھر مسلمانوں کے ساتھ جانا ہے یا پھر اپنے دوسرے رشتے داروں کے دوسرے علاقوں میں جانا ہے۔ مسلمانوں کو کوئی حق نہ تھا کہ عورتوں کے "اکیلے" رہ جانے کا بہانہ بنا کر ان کو باندیاں بنا کر ان کے زیور جواہرات، مال و دولت اور جائیداد سب لوٹ لیں۔

(5) مسلمان کہتے ہیں کہ یہ عورتیں بعد میں مکاتبت کے ذریعے اپنی آزادی خرید سکتی تھیں۔

مگر اس بہانے میں آپ کو کون سی عقل کی بات نظر آ رہی ہے۔ پہلے تو ان عورتوں کے مال و زیورات اور دولت کو لوٹ لیا گیا، اور اب انہیں مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ مزید پیسہ کما کر اپنی آزادی خریدیں۔ اگر ان کی آزادی اتنی ہی آسان بنانی تھی تو انہیں لوٹا نہ جاتا اور وہ اپنی دولت و زیورات کے ذریعے اپنی آزادی خرید لیتیں۔

(6) اور اگر کوئی کاریگر قسم کا غلام ہوتا تھا، تو اس کے پاس تو پھر چانس ہوتا تھا کہ وہ اپنے پیشے اور کاریگری کے ذریعے اتنا پیسہ کما لے کہ اپنی آزادی خرید سکے۔ لیکن عام غلام اور باندی عورتیں تو اتنی skilled نہیں ہوتی تھیں کہ وہ اتنا پیسہ کما سکیں کہ اپنی آزادی خرید سکیں۔

چنانچہ بے خطا اور معصوم اور غیر حربی خواتین کو یوں باندیاں بنا کر ذلیل و خوار کرنا انصاف کے کسی بھی تقاضے کو پورا نہیں کرتا۔

مسلم عذر: اُس وقت کے معیشت کے حالات ایسے نہ تھے کہ اسلام غلامی کا خاتمہ کر پاتا

مسلمان کہتے ہیں کہ اُس وقت کے حالات ایسے نہ تھے کہ اسلام غلامی کا خاتمہ کر پاتا۔ اس سے پورا اقتصادی نظام تباہ ہو جاتا، معاشرے میں آزاد افراد بغاوت کر بیٹھتے وغیرہ وغیرہ۔

مگر مسلمانوں کا یہ عذر درست نہیں۔ نہ تو پیغمبر اسلام کے پاس طاقت و اختیارات کی کوئی کمی تھی، اور نہ ہی انہیں صحابہ کی کسی بغاوت کا خوف تھا۔ بلکہ واحد وجہ یہ تھی کہ پیغمبر اسلام کی "نیت" نہیں تھی کہ وہ غلامی ختم کرتے۔ جوں جوں پیغمبر اسلام طاقت پکڑتے گئے، توں توں وہ غلامی کے نظام کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے گئے۔

اگر اسلام کو واقعی غلاموں کو Relief دینی تھی، تو اسکا سب سے آئیڈیل طریقہ کار وہ تھا جو کہ اشوکا اور بعد میں آنے والی بدھسٹ حکومتوں نے اپنایا تھا جہاں انہوں نے غلامی کے نظام کا خاتمہ کر کے مضارعت (مزدوری Serfdom) کا نظام جاری کر دیا۔ یوں اگرچہ کہ مالی طور پر کسی حد تک غلام زمیندار کے تابع تھے،

مگر پھر بھی انہیں اپنی ذاتی مکان و مال و دولت رکھنے کا اختیار تھا۔ اسکے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر وہ مکمل طور پر آزاد تھے اور کوئی انہیں سیکس بالجبر کے لیے مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ انہیں تمام کے تمام وہ انسانی حقوق حاصل تھے جو کہ ایک آزاد شخص کو حاصل ہوتے ہیں۔ انکی گواہی قبول تھی، کوئی انہیں قتل نہیں کر سکتا تھا، کوئی ان کے بیوی بچوں کو بیچ نہیں سکتا تھا۔

چنانچہ اگر پیغمبر کی نیت ہوتی، تو وہ اسلام سے ہزار سال پہلے کی اس انسانیت کی اعلیٰ مثال تک ہی اسلامی معاشرے کو پہنچا دیتے۔ پیغمبر اسلام کے پاس مکمل قوت موجود تھی، انکے بعد کے خلفاء کے پاس پوری طاقت و حکومت تھی۔ مگر پھر بھی پیغمبر اسلام دور دور تک مہاتما بدھا اور اشوکا کے نظام کی گرد تک کو نہیں پہنچ سکے۔

چلیں اگر Serfdom کے نظام کو نہیں اپنایا تھا، تب بھی پیغمبر اسلام کم از کم غلاموں پر ظالمانہ غیر انسانی قوانین نافذ کرنے کی بجائے کچھ زیادہ حقوق ہی دے دیتے۔ پیغمبر اسلام تو غلاموں کو بہت سے ایسے حقوق بھی نہ دے پائے جو کہ اسلام سے قبل کے غیر مسلم معاشروں نے غلاموں کو عطا کر دیے تھے